تو محکمہ کے مندرجہ بالا نظریات کا کیا ہوگا؟ کہ "معذوری مجبوری نہیں، معذوری کو مجبوری نہ بنائیں، دوسروں کے شانہ بشانہ چلیں اور نارمل زندگی گزاریں" وغیرہ۔

دوسری بات یہ کہ اُس وقت چونکہ ادارہ کے پہلے سپرنٹنڈنٹ جناب الیاس صاحب مرحوم کو یہ چیلنج درپیش تھا کہ اُنہیں ادارہ کو قائم رکھنے اور چلانے کیلئے طلباء کی ایک معقول تعداد کی ضرورت تھی اور وہ دیگر افسران کے مقابلہ میں زیادہ محنتی اور نابینا افراد کے ساتھ قدرِ مخلص بھی تھے لہذا خود نابینا افراد کو تلاش کر کر کے لاتے اور بڑی عمر کے طلباء کو بھی مذکورہ بالا مجبوری کے پیشِ نظر غیر قانونی طور پر داخلہ دے دیتے جن میں موصوف علی زمان صاحب بھی شامل ہیں۔

تیسری بات یہ کہ جیسا کہ بصد شکریہ جناب ایاز صاحب نے بھی بتایا اور اِن کا ریکارڈ بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ یہ 1988ء میں بطور طالبعلم پہلی جماعت میں داخل ہوئے اور پانچ سال بطورِ طالبعلم گزارنے کے بجائے پرائمری تو کیا میٹرک کر کے 1991 یا 1992ء میں میٹرک کرنے کے بعد نابینا کین ورکر اور بعد ازاں اُستاد بھی بھرتی ہو گئے: جناب والا! کہاں گیا پانچ سالہ نابینا ادارہ میں طالبعلمی / تجربہ کا سرٹیفکیٹ؟؟

<u>یوں مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نہ صرف جو کچھ انہوں نے شروع دن سے بطور ملازم لیا وہ سب کچھ قابلِ واپسی ہے بلکہ بطور طالبعلم حکومت نے جو ان پر اخراجات کیئے وہ بھی قابلِ واپسی ہیں جو کروڑوں سے کم نہیں اور نہ صرف انہیں فوجداری دفعات کے تحت جیل بھیجا جائے بلکہ اِن کی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد بھی ضبط کی جائے۔</u>

12۔ اب پیشِ خدمت ہیں ایسی تعلیمی طور پر پسماندہ شخصیت کے چند دلچسپ لطائف:

ا۔ ایک مرتبہ جب سائل جماعت پنجم کا طالبعلم تھا اور کوئی اور طالبعلم ساتھی کمرہ جماعت میں موجود نہ ہونے کے باعث سائل اپنی جماعت میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اور یہی حال فاروق نامی تیسری جماعت کے ایک طالبعلم کا بھی تھا جو پانچویں جماعت کے بالکل ساتھ تھی اور تیسری اور پانچویں جماعت میں محض لوہے کی دو الماریاں جوڑ کر ایک دیوار سے فرق کیا گیا تھا اور الماریاں بھی بالکل جڑی ہوئی نہیں تھیں بلکہ اُن دونوں کے درمیان کچھ فاصلے کی وجہ سے سوراخ تھے جن کی وجہ سے با آسانی دونوں جماعتوں میں دیکھا اور اپنی آواز بھی پہنچائی جا سکتی تھی۔

تیسری جماعت میں جناب علی زمان صاحب طالبعلم فاروق کو پڑھا رہے تھے جب کہ سائل کی جماعت میں کوئی بھی اُستاد موجود نہ تھا۔ چونکہ بریل میں کُتب کے فُقدان و دیگر مسائل کے باعث ہم سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کی بہت پُرانی کتابیں پڑھتے تھے اور تیسری جماعت کی اسلامیات میں بریل کا درجہ دوئم جسے انگریزی میں گریڈ Contracted II (Braille) بھی کہا جاتا ہے جزوی طور پر استعمال ہوتا تھا جنہیں ہم "single contractions" کہتے تھے یعنی مکمل یا فُل کنٹریکشنز استعمال نہیں ہوتے تھے۔ جس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں

نمبر 1۔ Sinlgle contractions کی مثال

نقاط نمبر 4، 5 جو کہ زیر کہ لیے استعمال ہوتے ہیں وہ Contracted Braille میں "اِس" کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور اگر Single Contractions میں لفظ "استعمال" لکھنا ہو تو زیر یعنی "اِس" کا Contraction نقاط 1-5 (ایک پانچ) کے بعد "طعمال" لکھ دیتے ہیں تو "استعمال" بن جاتا ہے۔

ذیل اس انداز سے کی جاتی ہے کہ اصل الفاظ اور علی زمان صاحب کا تلفظ بھی حسط ذیل ہے۔ ''نوٹیکیشن (نوٹیفکیشن)، چیف جسٹک (چیف جسٹس)، ڈشنری (ڈیشکنری)، اجسٹ (ایڈجسٹ)، لیل ایبل (اودے لیبل)، فزک تھراپی (فیزیو تھراپی)، براکٹ (بریکٹ)'' وغیرہ۔

11۔ جناب والا! سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ موصوف کا نابینا سکول کا پرائمری سٹیفکیٹ بالکل غیر قانونی ہے کیونکہ حسب ضابطہ نابینا پوسٹ پر کام کرنے کے لئے کسی بھی تسلیم شدہ نابینا ادارہ کا پانچ سالہ تجربہ کا سٹیفکیٹ لازمی ہے یعنی پرائمری پاس نہیں بلکہ ''پانچ سالہ تجربہ کا سٹیفکیٹ'' اور ملازمتوں کے لئے اشتہارات دیئے جاتے ہیں ان میں یہی شرط درج ہوتی ہے مگر ہمارے لوگ کرتے یہ ہیں کہ پرائمری سٹیفکیٹ کو پانچ سالہ تجربے کے سٹیفکیٹ کے متبادل کے طور پر پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے پانچ جماعتیں پاس کرنے اور پانچ سال مسلسل محنت اور کھپت کے بعد جو تجربہ حاصل ہوتا ہے اس میں بڑا فرق ہے خود موصوف اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عمل تجربے کا متبادل ہرگز نہیں۔ جیسا کہ یہ خود فرماتے ہیں کہ 1971ء کی جنگ وغیرہ جیسے واقعات جو ہمارے بزرگوں نے بچشم خود ملاحظہ کئے اور جیسے جہازوں وغیرہ کی آوازیں سنیں تو ان انپڑھ بزرگوں کے تجربے کے متبادل کتابوں سے پڑھا ہوا علم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بقول علامہ اقبال ''عشق ہے ام الکتاب علم ہے ابن کتاب'' یعنی خود آموزی، ذوق وشوق اور اپنے تجربے سے حاصل شدہ معلومات دوسروں سے اخز شدہ معلومات پر فوقیت رکھتی ہیں نیز یہ لوگ اگر پورے پانچ سال نہ بھی پڑھیں تو 6،6 ماہ ایک جماعت میں لگا کر یوں ڈبل پروموشن وغیرہ کے ذریعے جلد ہی پرائمری پاس کر لیتے ہیں اور ڈبل پروموشن کے لئے بھی ضروری قانونی تقاضے پورے نہیں کئے جاتے اور DEO یا DO سے منظوری نہیں لی جاتی۔

موصوف علی زمان صاحب جو پہلے بینا تھے اور حادثاتی طور پر نابینا ہونے کے بعد کچھ عرصہ گھر میں رہے اور ریڈیو سنتے رہے ایک ریڈیو پروگرام کے ذریعے انہیں نابینا اداروں کا پتا چلا اور بقول ان کے جب ان کی عمر 20 برس کی تھی اور وہ کلین شیو کرتے تھے تو انہیں ادارہ کا پتا چلا اور وہ 1988ء میں ادارہ برائے نابینا ایبٹ آباد میں ایک طالب علم کی حیثیت سے پہلی جماعت میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے سرکاری نابینا ادارہ جات میں بھی دیگر تعلیمی ادارہ جات کی طرح ایک مخصوص عمر سے زیادہ بڑے طلباء کو چھوٹے بچوں کے اداروں میں داخلہ نہیں دیا جاتا اور نابینا تعلیم بالغاں کے بھی ادارے ملک میں موجود ہیں جیسا کہ سائل خود پرائمری وحفظ قرآن کے بعد بڑی عمر میں المینار مرکز نابینا گلی نمبر 4، 279 (نادر خان والی) ابڑی اناسی رب فیصل آباد میں 2004ء میں جماعت ششم میں داخل ہوا اور ادارہ مذکورہ 1982ء یعنی جناب علی زمان صاحب کی ادارہ ہذا میں داخلہ سے قبل قائم ہو چکا تھا اور اسی ادارہ کے ایک اور استاد ریٹائرڈ منج سپروائزر / سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر جناب محمد یونس صاحب بھی 1980ء کی دہائی میں ادارہ الفیصل مرکز نابینا نزد اقبال سٹیڈیم نیو سول لائن فیصل آباد میں زیر تعلیم رہے اور بقول ان کے وہ وہیں سے بریل سیکھ کر آئے جو سائل اور تجمل حسین دانش کی طرح بریل میں تقریباً ہمارے برابر کی مہارت رکھتے ہیں اگر موصوف بھی ادارہ مذکورہ میں چلے جاتے تو ان کی بریل بھی بہتر ہوتی اور ان کا یہ عذر ہرگز قابل قبول نہیں کہ انہیں نابینا افراد کے لئے تعلیم بالغان کے اداروں کا علم نہیں تھا اگر ضلع مانسہرہ سے تعلق رکھنے والے جناب یونس صاحب کو اس کا علم ہوسکتا ہے تو موصوف کو کیوں نہیں؟ نیز اگر ان کی مجبوری کا عذر پیش کیا جائے گا

اس بارے میں بحث ہو رہی تھی اور علی زمان صاحب نے کہا کہ یہ بار بار ہمارے خلاف درخواستیں دیتا ہے کہ ہماری ڈگریاں فیک ہیں۔شکر ہے کہ اُنہیں انگریزی کا لفظ ''Fake'' بھی کہیں سے آ گیا ہے اور اُنہوں نے رٹ لیا ہے۔بہر حال کسی بھی طرح مجھے اُن کے معلومات میں اضافہ پر خوشی ضرور ہے۔بہر حال سائل نے صرف خورشید صاحب صدر PAB ایبٹ آباد کے حوالے سے اُن کے ادارہ جہاں وہ ملازمت کرتے ہیں یعنی گورنمنٹ مالسہ ہائی سکول ایبٹ آباد و دیگر متعلقہ حکام کو کافی عرصہ پہلے دو درخواستیں گزاری تھیں کہ انہوں نے جس پرائمری سٹیفکیٹ کی بناء پر میٹرک کیا وہ پرائمری سٹیفکیٹ جعلی ہے کیونکہ انہوں نے کہیں سے بھی دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کی اور ان کی قاری کی سند جس کی بنیاد پر وہ اپنے ادارہ میں ملازمت کرتے ہیں وہ بھی غالباً جعلی ہے اور اِن کے چھوٹے بھائی قاری سردار محمد ایاز صاحب کے حوالے سے بھی درخواست گزاری کی اِن کی قاری کی سند بھی جعلی ہے لیکن اس بابت قبل ازیں پروفیسر شمس الرحمان صاحب او ر پروفیسر ثاقب محمود صاحب جو کہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر 1 ایبٹ آبا میں نابینا لیکچرز ہیں درخواستیں دے چکے تھے اور اُنہی کے فراہم کردہ مواد اور ثبوتوں کی روشنی میں سائل بار بار قاری ایاز صاحب کی سند کے مسلہ کو اُٹھاتا رہا وگرنہ دیگر تمام اشخاص کے حوالے سے سائل یہ تسلیم کرتا رہا کہ اِنہوں نے امتحانات تو Attempt کئے مگر امتحانات کے قانونی تقاضے پورے نہ ہونے اور ان کی جہالت کے باعث اِن کی تعلیمی اسناد غیر قانونی ہیں مگر انکوائری افسر کے منفی رویہ کے باعث اِس بات کو کھل کر بیان نہ کر پایا اور مزید اس حوالے سے میں علی زمان صاحب جیسے لوگوں پر جرح اور سوال و جواب کر کے مزید نہ تو اِنہیں ہوشیار کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی اپنا وقت اور اپنی توانائیاں ضائع کر کے اُنہیں فرار کا موقع دینا چاہتا تھا بلکہ کسی اور مناسب موقع کے لئے باقی ماندہ باتوں کو سنبھال کر رکھ لیا اور وکلاء کے مشورے پر بھی ایسے موقع کا انتظار کرنے لگا کہ یہ لوگ پھر انکوائری وغیرہ میں غلطیاں کریں اور سائل عدالت سے دادرسی حاصل کر لے کہ اِن درندوں سے تو کوئی انصاف کی توقع نہیں۔

بہر حال جب انکوائری افسر نے پوچھا کہ کیا یہ نقل مار مار کر پاس ہوتے رہے ہیں تو سائل نے اثباط میں جواب دیا اور مزید اس حوالے سے کوئی بات کرنے سے گریز کیا لیکن انکوائری افسر کی زد پر سائل نے محتاط رہتے ہوئے علی زمان صاحب سے پوچھنا شروع کیا کہ کیا آپ حلفاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

ابھی سائل کی بات مکمل ہی نہ ہو پائی تھی کہ علی زمان صاحب غضب ناک ہو کر بولے اور اُچھلتے ہوئے سائل کو مارنے کے سے انداز میں کہنے لگے ''آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے حلف لینے والے؟ (اِس پر ایاز صاحب کو شدید ہنسی آ گئی) مجھ سے تو جسٹس گلزار بھی (چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، اسلام آباد) بھی حلف نہیں لے سکتا ہے (ایاز صاحب کو پھر بے ساختہ ہنسی آ گئی) کیونکہ اگر وہ مجھ سے حلف لے گا تو میں اُس کو حلف دے دوں گا وہ بھی پاکستان کا شہری ہے میں بھی پاکستان کا شہری ہوں''۔

جناب ایاز صاحب کا اس بات پر بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جناب کے روبرو اس بات کی گواہی دی اور بتایا کہ علی زمان صاحب یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ''مجھ سے تو چیف جسٹک بھی حلف نہیں لے سکتا ہے'' اور آئندہ بھی اس معاملہ میں گواہی کا وعدہ کیا۔

جناب ایاز صاحب نے تو موصوف کی طنزیہ ڈکشنری بنا رکھی ہے جس میں ان کے خراب تلفظ کی نشاندہی مندرجہ

چھپانے کے آپشن پر کلک نہیں کیا تھا اور عموماً سائل کی ایسی عادت بھی نہیں اور مخالفین بھی سائل کی اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ گم نام شکایات نہیں کرتا اور نہایت دلیری کے ساتھ کھلم کھلا / علی العلان ڈنکے کی چوٹ پر برملا اپنے مئوقف کا اظہار کرتا ہے اور عادل صاحب نے بھی بقول اُن کے انکوائری افسر کو یہی بتایا اور اگر یہ سچ ہے تو سائل اُن کا شکر گزار ہے۔ بہر حال سائل نے اپنے گواہ سے پوچھا کہ پھر آپ نے اُن سے کیا کہا اور آپ کی اور اُن کی بات چیت کا حتمی نتیجہ کیا نکلا تو اُس نے بتایا کہ اُنہوں نے کہا کہ Algebra اور Geometry وغیرہ تو واقعی نابینا شخص نہیں پڑھ سکتا تو سائل نے جواب دیا کہ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نابینا افراد / طلباء امتحان کیسے پاس کرتے ہیں؟ نیز بریل میں ریاضی کی علامات کیوں بنائی گئی ہیں اور پرویز صاحب جیسے اساتذہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

بہر حال اب سائل کے پاس مذکورہ واٹس ایپ پیغامات بطور ثبوت موجود ہیں اور اب اگر کسی نے کہا کہ سائل کے پاس محکمہ کی دھوکہ دہی اور انتظامی مسائل و کرپشن کا کوئی ثبوت نہیں اور سائل محض عادتاً اور شرارتاً درخواست بازی کرتا ہے تو انشاء اللہ من سائل یہ تمام ثبوت اُس کے منہ پر ماروں گا۔ بہر حال ایک بار پھر جھوٹ بول کر پنجاب میں بھی سائل کی شکایات مذکورہ بالا کو یہ کہ کر بند کر دیا گیا کہ امتحان میں دو نمبری کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ فیڈرل بورڈ کے زیر انتظام منعقد کئے جاتے ہیں تو سائل نے جواب دیا کہ آپ مجھے چیلنج نہیں کر سکتے میرا اس شعبہ میں 28 یا 29 سال کا تجربہ ہے اور سائل نے بتایا کہ کیسے امتحانات میں دو نمبری کی گنجائش ہے؟ مگر سائل کی شکایت کو ایک بار پھر جھٹلا کر بند کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اِس نے کسی ایک بھی ایسے طالبعلم کی نشاندہی نہیں کی جو ایسے غلط امتحان دے کر کامیاب ہوا ہو تو سائل نے مورخہ 23-03-2021 کو اپنی شکایت نمبر PU230321-88142661 درج کروا کے اس کی بھی نشاندہی کر دی ورنہ کسی ایک شخص کی نشاندہی کی تو ضرورت ہی نہیں یہ تو پورا ایک مافیہ ہے اور جب بھی کسی نابینا کا خصوصاً ریاضی کا پرچہ ہو تو متعلقہ اداروں کو سائل کی ایسی شکایات کے بعد خود ہی سخت نگرانی کرنی چاہئے ورنہ اب سائل کی مخصوص شناخت کے پیشِ نظر کوئی بھی سائل کو نہیں بتائے گا کہ وہ امتحان دینے جا رہا ہے مگر بورڈ والے ہمیشہ یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ آپ ہمیں پہلے سے اطلاع دیا کریں جبکہ یہ سائل کی ذات پر کوئی احسان نہ ہو گا لہذا ایسی گزارشات کے بعد اب اُنہیں خود خبر گیری کرنی چاہئے۔

جناب والا متعلقہ امتحانی بورڈز اور جامعات کی طرف سے یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ ہمارے امتحان پر نظر ثانی کی ایک مخصوص مدت ہوتی ہے جس کے اندر اندر ہی آپ کو ریمڈی مل سکتی ہے جناب والا خدارا سائل پر نہیں اس ملک و قوم پر رحم کیا جائے اور آپ تمام سرکاری ادارہ جات کو چاہئے کہ وہ متعلقہ امتحانی ذمہ داران پر مقدمہ کریں کہ اس غیر ذمہ دارانہ طرز عمل کی بنا پر ملک کو نا قابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا بہت اچھا رول ہے جو دوسروں کے لئے بھی ایک قابل تقلید مثال ہے جو وہ اپنے داخلہ لینے والے طلباء اور امتحانی مشقیں جمع کروانے والے طلباء کو بار بار یاد دلاتے رہتے ہیں کہ اگر ہمیں کسی بھی موقع پر اِس بات کا علم ہو گیا کہ آپ نے کہیں سے مواد چرایا یا نقل کی ہے تو نہ صرف آپ کی سند ضبط ہو جائے گی اور آپ کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لاتے ہوئے Plagirism کے قانون کے تحت بھی آپ کے خلاف ایکشن ہو گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس پر بھی عمل کرتے نہیں اور اِس حوالے سے بھی سائل کی پورٹل شکایات بیکار گئیں۔ بہر حال دوران انکوائری جب ایاز صاحب اور علی زمان صاحب کے سامنے انکوائری افسر سے

وہیں بھیجیں گے لیکن کیونکہ سائل سارے صورتحال کو سمجھتا تھا لہذا اصرار کیا کہ مسئلہ کیونکہ پورے پاکستان اور اِس کے بڑے اور ترقی یافتہ صوبہ یعنی پنجاب کا بھی ہے اور گواہ بھی کیونکہ وہیں ہے اور پڑھا بھی پنجاب سے ہے لہذا وہیں اُس سے تفتیش کی جائے جس پر وہ بمشکل مان گئیں۔

نیز سائل نے اِس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کے ضلع راولپنڈی ہی کہ ادارہ گورنمنٹ قندیل ہائی سکول راولپنڈی کے اُستاد پرویز اختر صاحب جن کا تعلق ضلع فیصل آباد سے ہے اور جو MSc کرنے کے بعد نابینا ہوئے اور نابینا ہونے کے بعد اُنہوں نے بریل خصوصاً بریل ریاضی میں مہارت حاصل کی لہذا وہ پورے ملک میں واحد نابینا ریاضی دان ہیں جن کے حوالے سے بھی سائل نے پورٹل ہذا پر شکایت رجسٹر کروا کے اُن سے گواہی دلوائی اور بصد شکری اُنہوں نے اِنہی باتوں کی تصدیق کر کے سائل کے حق میں گواہی دی اور یہیں سے سائل کو شکایت میں ریلیف ملا تھا۔ نیز اُنہوں نے اِس بات کی بھی تصدیق کی کہ نابیان افراد کو ریاضی پڑھانے کے حوالے سے بریل اور آڈیو کُتب کی صورت میں مطلوبہ مواد ہی نہیں۔

کچھ دن بعد مذکورہ گواہ نور ولی کی جانب سے سائل کو واٹس ایپ میسج موصول ہوا کہ اُسے سپیشل ایجوکیشن کی جانب سے ٹیلیفون کال موصول ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ آپ کی طرف سے ہمیں شکایت موصول ہوئی ہے لیکن کیونکہ شکایت اُس کی طرف سے نہیں بلکہ سائل کی طرف سے تھی جس میں اُسے گواہ بنایا گیا تھا اور نابینا افراد کو سائنس نہ پڑھائے جانے کے حوالے سے دریں اثنا سائل نے ایک اور شکایت نمبر PU090221-87963543 ہے درج کروائی تو وہ بہت confuse ہوا کیونکہ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ یہ مسائل تو genuine ہیں لیکن اِس حوالے سے اُس نے تو کیونکہ کوئی شکایت نہیں کی تو آخر یہ شکایت کس نے کی ہے؟ جیسا کہ جن خاتون نے سائل کو کال کی تھی اُنہوں نے بھی اصرار کے باوجود سائل کو اپنا اور اپنے ادارہ کا نام نہیں بتایا تھا اور نہ ہی یہ بتایا تھا کہ وہ کہاں سے بات کر رہی ہیں؟ لیکن ٹیلیفون نمبر لاہور کا تھا اور جب اُنہوں نے کہا کہ "ہم تو امتحان بھی خود نہیں لیتے" تو سائل سمجھ گیا اور پوچھا کہ کیا آپ سپیشل ایجوکیشن سے بات کر رہی ہیں؟ تو اُنہوں نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ نور ولی کو بھی شکایت کنندہ یعنی میرا نام بھی نہیں بتایا جارہا تھا جس کی وجہ سے اُسے اُلجھن تو ہوئی مگر اُس نے کہا کہ یہ مسائل تو واقعی ہیں مگر چونکہ یہ پتہ نہیں چل رہا کہ یہ شکایت کس نے کی ہے آیا وہ کوئی فردِ واحد ہے یا کسی تنظیم کی طرف سے یہ معاملہ اُٹھایا گیا ہے؟ اُسے چاہئے تھا کو وہ اپنا مسئلہ اور نام واضح طور پر لکھتا تاہم یہ مسئلہ واقعی موجود ہے۔

نور ولی نے بذریعہ واٹس ایپ پیغامات سائل سے پوچھا کہ کیا آپ نے تو کہیں شکایت کر کے میرا نام اور فون نمبر تو نہیں ڈال دیا؟ جب سائل نے وضاحت کی کہ جس حوالے سے آپ سے بات چیت ہوئی تھی اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ سچی گواہی دیں گے تو میں نے اُسی حوالے ست شکایات درج کروائی ہیں اور یہ معاملہ بہت پہلے سے چل رہا تھا اور میں دریں اثنا آپ سے بار بار رابطہ کر کے پوچھتا رہا کہ کیا آپ سے اِس بابت کسی نے کوئی رابطہ کیا یا نہیں؟ تو آپ ہمیشہ نفی میں جواب دیتے رہے۔ چنانچہ اب دوبارہ اِس حوالے سے شکایات درج کروائیں اور آپ کو بار بار تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس نے کہا کہ کم ازکم آپ مجھے بتا تو دیتے کہ میں یہ کام کرنے لگا ہوں بہر حال میں نے اُن سے کہا کہ یہ ایشو تو واقعی موجود ہے لیکن شکایت کنندہ کا چونکہ پتہ نہیں چل رہا نیز اُس نے یہ بھی کہا کہ وہ لوگ بھی اُسے کہ رہے تھے کہ شکایت کنندہ کا کوئی پتہ نہیں چل رہا۔ حالانکہ سائل نے اُس موقع پر شکایت درج / رجسٹر کرواتے وقت اپنی شناخت

کی اُصول پسندی اور دیانتداری وغیرہ پر کوئی بھی انگلی نہیں اُٹھاتا یہ شخص بھی سائل کے ناقدین میں سے ہے اور سائل پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات کے سلسلہ میں جب لاہور جاتا تو اس کے ہاں قیام پذیر ہوتا۔ چنانچہ اس دوران ہمارے درمیان سخت بحث ومباحثہ اور کئی تلخ جملوں کا بھی تبادلہ ہوتا۔ یہ بھی اکثر مجھے غلط کہتا رہتا لیکن جب میں نے اُسکی توجہ نابینا افراد کے ریاضی کے مسئلہ اور نظام امتحان کی خرابیوں کی طرف دلائی تو اگرچہ یہ مجھے کہتا رہتا کہ یہ پاکستان ہے یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے سارا نظام ہی کرپٹ ہے لیکن بلآخر میں نے اُسے اس بات پر قائل کردیا کہ وہ اس مسئلہ کے حوالے سے ضرورت پڑنے پر سچی گواہی دے کر میرا ساتھ دے جسے اُس نے مان لیا۔ جس کے بعد میں نے سٹیزن پورٹل پر مذکورہ شکایات رجسٹر کروائیں لیکن بے سود۔ جناب والا جیسا کہ مخالفین ہی کی زبان بولتے ہوئے اور اُنہی کا بیانیہ دہراتے ہوئے انکوائری افسر بار بار مجھ پر طعنہ زنی کرتا اور یہ پوچھتا کیا آپ کا کوئی دوست بھی ہے؟ چلیں یہ بتائیں کہ کیا یہاں آپ کا کوئی دوست ہے؟ یہ دراصل اِس کی چالاکی بھی تھی تاکہ یہ بھی پتہ چلایا جاسکے کہ سائل کا اور کون کون حامی ہے تاکہ اُس کا بھی حشر نشر کیا جاسکے۔ بہرحال سائل نے بلآخر یہ جواب دیا کہ میرے سب ہی دوست ہیں میرے کسی کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں بلکہ سب ہی سے دوستی ہے البتہ مجھے جو اختلاف ہے وہ اُصولی اور نظریاتی اختلاف ہے۔ بہرحال جناب والا اگر سائل کے خلاف یہ منفی پروپیگنڈا کیا جاتا رہا کہ کوئی ایک شخص بھی سائل کا ساتھ دینے کے لئے یا کسی ایک بات میں بھی اِس کی تائید کرنے کو تیار نہیں تو مذکورہ گواہ کو Probe کیوں نہیں کیا گیا۔ بلآخر سائل نے یہاں سے مایوس ہوکر صوبہ پنجاب کا انتخاب کیا۔ پہلے تو سائل کے ذہن یہ بات نہ تھی اور پورٹل پر بھی غالباً ایسی کوئی سہولت نہ تھی لیکن بعدازاں پورٹل ٹیم کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مرضی کا صوبہ ضلع اور افسر خود منتخب کرنے کی اجازت دے دی۔ اب اگرچہ اپنی پسند کے افسر کی سہولت ختم کردی گئی ہے لیک چونکہ جس مسئلہ کی سائل نے نشاندہی کی یعنی نابینا افراد کو ریاضی نہ پڑھانے اور ہمارے نظام امتحان میں نقائص کا مسئلہ تو پورے پاکستان کا ہے۔ چنانچہ سائل نے ضلع راولپنڈی صوبہ پنجاب کا انتخاب کر کے شکایت پورٹل پر درج کروائی کیونکہ مذکورہ گواہ آج کل راولپنڈی میں مُقیم ہے اور یہاں اُس کے لئے خواہ مخواہ مسائل پیدا ہوتے اور اُسے دور کا سفر بھی اختیار کرنا پڑتا۔ چنانچہ سائل نے گزارش کی کہ اُسے وہیں ایگزیمن کیا جائے اور شکایت نمبر PU30121-87797700 کے ذریعے رجسٹر کروائی لیکن کرپٹ لوگوں نے اپنی خرابیوں کو تسلیم کرنے سے صاف صاف انکار کردیا۔ لیکن جب محکمہ خصوصی تعلیم کی ترجمان خاتون نے سائل کو ٹیلوفون کال کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی کہ ہمارا نظام تعلیم اور نظام امتحان تو بہت اچھا ہے اور ہم خود طلباء کا امتحان نہیں لیتے بلکہ ایک موقع پر تو یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ نہ تو ہم خود پڑھاتے ہیں اور نہ ہی خود امتحان لیتے ہیں لیکن چونکہ سائل کا تو محکمہ خصوصی تعلیم کے حوالے سے تقریباً 29 سالہ تجربہ ہے اور سائل نے اُلٹا اپنے دلائل کے ذریعے اُنہیں قائل اور پریشان کرنا شروع کردیا اور بتایا کہ کس کس طرح اِس محکمہ کے لوگ متعلقہ امتحانی عملہ سے ملی بگھت کر لیتے ہیں؟ بلکہ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بینا لوگ بھی بورڈ اور یونیورسٹیز کی اعلیٰ انتظامیہ تک سے ملی بگھت کرکے امتحانی نتائج اپنے حق میں کروالیتے ہیں یہ تو ویسے بھی بہت بڑا مافیہ ہے اور نابینا افراد کو معاشرہ میں ہمدردی بھی مل جاتی ہے۔

بلآخر خاتون نے پوچھا کہ اِن باتوں کا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟ تو سائل نے جواب دیا کہ جملہ باتوں کے علاوہ اِسی لیے تو سائل نے گواہ پیش کیا ہے مگر وہ مُصر تھیں کہ آپ کی شکایت چونکہ خیبر پختونخواہ سے آئی ہے لہذا ہم اُسے

دوسروں کے شانہ بشانہ چلایا جارہا ہے؟، کیسے ہماری معذوری کو مجبوری نہیں بنایا جارہا؟ اگر دوسرے ممالک میں نابینا افراد یہ مضامین پڑھ سکتے ہیں تو یہاں کیوں نہیں؟ رہا آپ کا عدمِ وسائل کا عذر تو وہ بھی بے کار ہے کیونکہ جو پیسہ ایسی بدعنوانیوں کی نذر ہورہا ہے اور جو ایسے بے کار لوگوں پر پانی کی طرح بہایا جارہا ہے وہ وسائل مذکورہ مفید کاموں پر کیسے اور کیوں صرف نہیں کئے جاسکتے؟، کیا آپ پاکستان میں کسی ایک خصوصی سائنسی تجربہ گاہ کا وجود بھی ثابت کر سکتے ہیں؟۔

اگر نابینا افراد ریاضی نہیں پڑھ سکتے تو میٹرک تک کی جو جنرل ریاضی نصاب میں موجود ہے اسکا امتحان کیسے پاس کرتے ہیں؟، کیا کسی ایک پیدائشی نابینا یا وہ شخص جو بعد میں نابینا ہوا ہو لیکن بدقسمتی سے میٹرک سے پہلے ہی ہمارے ان فلاحی اداروں میں آگیا ہو کیا ان میں سے کسی ایک کو بھی ریاضی آتی ہے؟، کیا بابر شہزاد جسے ٹاپ کلاس لائق نابینا بھی میٹرک تک کی ریاضی جانتے ہیں؟۔

جی ہاں! نابینا افراد ان ہی مذکورہ بالا غلط طریقوں سے امتحان پاس کر کے ملازمتیں اور اعلیٰ سکیلز حاصل کرتے ہیں جن کی سائل نے نشاندہی کی اور سائل جیسا ان کے مقابلہ میں پڑھا لکھا اور مسلمہ طور پر لائق شخص چھٹے سکیل میں بھرتی ہوا اور اب ساتویں سکیل میں ہے۔

جناب والا! جو لوگ ان غلط طریقوں سے امتحانات یا جعلی اسناد کے ذریعے نہیں آئے مثلاً بینا یا وہ نابینا طلباء ہیں جو میٹرک وغیرہ کے بعد نابینا ہوئے جو اگر ریاضی وغیرہ جانتے بھی ہیں تو ان کا کردار اس بنا پر مجرمانہ ہے کہ وہ ان جرائم پر خاموشی اور پردہ پوشی کرتے ہیں۔ یوں یہ سارا محکمہ غلط ہے۔ لہٰذا سائل پر غلط الزام تراشی کی جاتی ہے کہ سائل پورے محکمہ کو غلط کہتا ہے حالانکہ پورا محکمہ غلط نہیں ہوسکتا۔ جناب والا! اگر پورا ملک چور ہوسکتا ہے تو پورا محکمہ چور کیوں نہیں ہوسکتا؟ مگر بدقسمتی سے جن افسران کا کام قانون کی عملداری اور ان غلط کاریوں کو روکنا ہے تو جب وہ یہ دلیل دیتے ہیں اور سائل جواباً مذکورہ دلائل کے ذریعے پورے محکمہ کو غلط ثابت کرتا ہے تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ آپ کو کیا؟۔

جناب والا! صرف ہمارے محکمہ کا بدعنوان مافیہ ہی نہیں بلکہ بورڈ آفسز اور جامعات سے متعلقہ محکمہ تعلیم یا محکمہ ہائر ایجوکیشن کا بدعنوان مافیہ بھی ان کے ساتھ مل کر ملک کو ایک خطرناک دلدل میں دھکیل رہے ہیں۔ ریاضی کے مسئلہ اور ہمارے نظام امتحان کی خرابیوں کے حوالے سے جب سائل پاکستان سٹیزن پورٹل پر اپنی شکایات نمبر KP250119-1194862 وغیرہ کے ذریعے آواز اُٹھاتا تو محکمہ ہذا کو لوگ جنہیں سائل سے خدا واسطہ کا بیر ہوگیا ہے تو روایتی طور پر سائل کی ایسی شکایات کو بھی رد کر دیا گیا اور اُن دنوں کیونکہ سائل FIR علت نمبر 1044 بمقام تھانہ کینٹ ایبٹ آباد مورخہ 26-11-2014ء مقدمہ زیرِ عنوان سرکار بنام سجاد زیرِ سماعت ایڈیشنل سیشن جج ایبٹ آباد کے حوالے سے انڈر ٹرائل تھا اس کا بھی ہمارے افسران کو بہانہ مل گیا اور اسے جواز بنا کر کہ سائل کا مقدمہ چونکہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے لہٰذا اس کی شکایت پر کوئی کاروائی نہیں ہوسکتی اور سائل کے جوابی اعتراضات کو بھی خاطر میں نہ لایا جاتا اور اب عدالت سے مقدمات سے فراغت کے بعد بھی اِن معاملات کے طرف حکومت کی کوئی توجہ نہیں گویا سائل کی ذات پر احسان کیا جارہا ہے۔ شکایات مذکورہ میں سائل ایک گواہ کو ایگزیمن کروانا چاہتا تھا جو کہ خود نابینا ہے اور جس کا تعلق جنوبی وزیرستان سے اور نام نور ولی خان ہے یہ حادثاتی طور پر نابینا ہوا اور المینار مرکز نابینا برائے بالغان فیصل آباد میں سائل کے ساتھ زیرِ تعلیم رہا یوں اسے محکمہ خصوصی تعلیم کا بھی تجربہ ہے۔ اگرچہ اِس کے مذہبی وغیر تظریات خاصہ متنازع ہیں لیکن اس

جناب والا! کیا آپ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ نابینا/معذور کے ساتھ ہمدردی بھی نہ کی جائے اور اسے ''حافظ صاحب'' ہی سہی جیسے معزز ناموں سے بھی نہ پکارا جائے بلکہ اس کے ساتھ بالکل نارمل برتاؤ کیا جائے تاکہ اسے اپنی معذوری کا بالکل بھی احساس تک نہ ہو؟ جناب والا! کیا آپ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ نابینا/معذور کو بھیک نہ دی جائے؟ اگر یہ بھیک نہیں تو اور کیا ہے۔ جناب والا! کیا آپ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ نابینا/معذور افراد نارمل زندگی گزارتے اور دوسروں کے شانہ بشانہ چل رہے ہیں اور دوسروں کی طرح نوکریاں اور شادیاں بھی کرتے ہیں؟ اور جناب والا! دوسرے افراد کی طرح انہیں شانہ بشانہ چلاتے ہوئے اور ان کے ساتھ نارمل سلوک کرتے ہوئے انہیں دیگر افراد کی طرح ان کے جرائم پر سزائیں کیوں نہیں دی جاتیں کیا آج تک پاکستان میں کسی ایک بھی ایسے شخص کو سزا ہوئی؟ بلکہ آپ لوگ بھی معاشرے کی طرح یہی باتیں کرتے ہیں کہ خیر ہے بیچارہ نابینا ہے۔ حالانکہ آپ تو معاشرے کی سوچ کو تبدیل کرنے کے لئے میدان عمل میں اترے تھے آپ تو معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے کے دعویدار ہیں۔ جناب والا! کیا آپ وہی لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نابینا/معذور افراد کو معاشرہ پر بوجھ بنانے کے بجائے انہیں معاشرے کا ایک انتہائی مفید اور کارآمد حصہ اور فعال اور ذمہ دار شہری بنا رہے ہیں؟

جناب والا! یہ ہے وہ ثبوت! جس حوالے سے سائل کے خلاف مبنی بر بدنیتی جھوٹی اور بے بنیاد نام نہاد انکوائریاں کر کے کہا جاتا ہے کہ محکمہ خصوصی تعلیم کی دھوکہ دہی اور اس کے انتظامی مسائل و کرپشن کا سائل کے پاس کوئی ثبوت نہیں اور یہاں کسی قسم کا ایسا کوئی مسئلہ نہیں؟

9۔ جناب علی زمان صاحب نے خود سائل کو بتایا کہ انہوں نے نہ تو FA میں اور نہ ہی BA میں کوئی ایک لفظ بھی پڑھا ہے بلکہ مذکورہ بالا غلط طریقوں سے امتحانات پاس کئے۔

10۔ جناب والا جیسا کہ یہ بھی سائل کی تحاریر کا موضوع رہا اور پیچھے بھی بیان کر آیا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم دیگر بینا لوگوں کی طرح سب کچھ کرتے اور کر سکتے ہیں، ہم دوسرے نارمل افراد کے شانہ بشانہ چل رہے ہیں ''معذوری مجبوری نہیں۔ معذوری کو مجبوری نہ بنائیں'' ''Disabilty is just Different Ability & nothing else'' لیکن دوسری طرف متضاد طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نابینا افراد سائنس نہیں پڑھ سکتے بلکہ جنرل آرٹس میں بھی جو سائنس کا بھی مضمون ہوتا ہے اس کے بنیادی تجربات بھی ہمارے کمرہ ہائے جماعت میں طلباء کو نہیں کروائے جاتے اور سائل کو تو سرے سے پڑھائی ہی نہیں جارہی بلکہ اگر آپ کسی میٹرک یا انٹرمیڈیٹ وغیرہ کے نابینا طالب علم سے پوچھیں کہ تم سائنس پڑھ رہے ہو یا آرٹس تو وہ کہتا ہے کہ ہم آرٹس ہی پڑھتے ہیں سائنس تو نابینا افراد کو پڑھائی ہی نہیں جاتی نابینا افراد تو سائنس پڑھ ہی نہیں سکتے بلکہ جنرل آرٹس میں بھی جو ریاضی میٹرک تک بطور نصاب نابینا افراد کے لئے لازم ہے وہ بھی نہیں پڑھائی جاتی اور کہا جاتا ہے کہ نابینا افراد ریاضی پڑھ ہی نہیں سکتے۔

جناب والا! یہ کیسی ہمارے حوصلہ افزائی ہے؟، یہ کیسی ہمارے فلاح و بہبود ہے؟، یہ ہمیں کیسی نارمل تعلیم دی جارہی ہے؟، یہ کیسے ہمیں نارمل زندگی میں لایا جارہا ہے؟، کیسے ہمیں Differently able بنایا جارہا ہے؟، کیسے ہمیں

کا سبق پڑھتے رہے۔ جناب علی زمان صاحب اور عبدالرشید صاحب خود بتاتے ہیں کہ وہ اِن کے پیچھے امتحانی پرچہ حل کر رہے تھے یا کروار ہے تھے مگر جناب حبیب اللہ صاحب کا یہ انوکھا اور دلچسپ انداز دیکھ کر وہ اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکیں اور پوچھا کہ "حبیب اللہ صاحب یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" "اُنہوں نے کہا چُپ کرو چُپ کرو میں نماز جنازہ کا سبق پڑھ رہا ہوں تا کہ نگران دُور سے میرے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھ کر یہ سمجھے کہ میں بول کر لکھوا رہا ہوں' جناب والا! موصوف بھی جنہیں آپ افسران اپنی ذاتی جیب سے تنخواہیں نہیں دے رہے بلکہ "مالِ مفت دلِ بے رحم" کے مصداق سرکار کا خزانہ ضائع ہو رہا ہے یہ بھی بغیر احتساب کے کچھ عرصہ بعد باعزت ریٹائرڈ ہونے والے ہیں یہاں صرف اُسی کا کیریر/ریکارڈ خراب ہوتا ہے جو ایسے لوگوں اور ایسے کاموں کے خلاف آواز اُٹھائے۔

جناب عبدالرشید صاحب ایک مرتبہ اپنے ایک مڈل کے طالب علم بیٹے کو لے کر ادارہ ہذا میں آئے جن دنوں ہمارا ادارہ سپلائی بازار ترے کنہ روڈ ایبٹ آباد میں واقع تھا اور سابق سیلز مین محمد اقبال صاحب جنہیں خصوصاً انگریزی میں لائق تصور کیا جاتا تھا ان سے اپنے بچے کو پڑھوانے لے گئے جب وہ اسے گرائمر خصوصاً انگریزی میں ٹینسز کے بارے میں بتا رہے تھے تو عبدالرشید صاحب جو پاس بیٹھے سن رہے تھے انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ٹینسز کیا بلا ہے حالانکہ یہ خود کو گریجویٹ کہلواتے ہیں اور جب سائل نے ٹینسز وغیرہ کے بارے میں بتایا تو سب نے "واہ واہ" کی اور سائل کو لائق قرار دیا اس موقعہ پر عبدالرشید صاحب نے اعتراف کیا کہ انہوں نے بغیر کسی ضرورت/مجبوری کے محض اپنے سکیل بڑھانے کے لالچ میں نام نہاد BA کیا۔

نوٹ:۔ جناب ولا! جیسا کہ سائل نے اپنی گزشتہ تحاریر میں یہ بھی بتایا کہ میں نے کنٹرولر امتحانات بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ایبٹ آباد سے ملاقات کر کے انہیں امتحانی خرابیوں خصوصاً نابینا افراد کے ریاضی کے پرچوں میں دونمبری کے حوالے سے بات کی اول تو انہوں نے اس بات کو ہی سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا مگر جب سائل کے دلائل کو کلیہ تن نہ جھٹلا سکے تو یہ کہتے ہوئے سوچ میں پڑ گئے اور پریشان ہو گئے کہ اگر نابینا افراد ریاضی نہیں پڑھ سکتے یا پڑھ سکتے تو پھر کیمسٹری، فزکس اور دیگر مضامین جن میں ریاضی کا عمل دخل ہوتا ہے وہ بھی نہیں پڑھ سکتے انہوں نے کہا کہ پھر پیچھے رہ ہی کیا جاتا ہے؟

انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود چکر لگا کر نابینا امتحان دہندہ/امیدوار کا جائزہ لیتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رائیٹر سے کیا لکھوا رہا ہے حالانکہ اگر یہ جائزہ لیا جاتا تو مذکورہ بالا افسوس ناک حالات و واقعات پیش نہ آتے۔

اب یہ لوگ خصوصاً تنظیم سازی کر کے حکومت کو بلیک میل کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو بھی ہر حال میں سرکاری نوکریاں دی جائیں اور بغیر کسی میرٹ یا ٹیسٹ/انٹرویو کے دوران میٹنگ یا دوران دھرنہ وغیرہ ان کی ملازمتیں یہیں کنفرم کی جائیں!

جناب والا! کیا اسی کا نام فلاح و بہبود ہے؟ کیا یہی نارمل برتاؤ/تعلیم/نارمل زندگی ہے؟ شاید ایسی ہی وجوہات کی بنا پر والدام نے ہم پر طعنہ زنی کی تھی کہ یہ تو زکوٰۃ وعشر اور سماجی بہبود کا محکمہ ہے یہاں آپ کو نوکریوں کے نام پر محض غریب مسکین سمجھ کر اور ترس کھا کر زکوٰۃ فنڈ وغیرہ میں سے جو بچت ہوتی ہے وہ تنخواہوں کے نام پر خیرات دے دی جاتی ہے اور کسی ایک بے غیرت نے بھی اس کا جواب نہیں دیا، اگر دیا تو یہی کیا کہ "ساری دنیا زکوٰۃ کھاتی ہے"۔

CT ٹیچر جناب سعادت علی خان صاحب کے سپرد کر رکھے ہیں اور گزشتہ دنوں جب سعادت صاحب Detailment پے ڈیوٹی کر رہے تھے تو اساتذہ نے اپنی کمزوری چھپانے کیلئے درخواست دی چونکہ ہمارے پاس اساتذہ کی کمی ہے لہذا جناب سعادت صاحب کو واپس لایا جائے حالانکہ من سائل اور ایک اور معلم تجمل حسین دانش جو کہ ہم دونوں کو مسلمہ طور پر لائیک قرار دیا جاتا ہے کہ علاوہ ان اساتذہ کے اور بھی کئی خالی پیریڈز ہیں اور ٹائم ٹیبل میں اساتذہ کے خالی پیریڈز اسی لیے رکھے جاتے ہیں کہ بوقت ضرورت وہ دوسرے اساتذہ کی کمی کو بھی پورا کر سکیں اور دوران ڈیوٹی اپنے دیگر کام بھی سرانجام دے سکیں۔ جناب والا! اگر ہمیں 5 گھنٹے ڈیوٹی کی تنخواہ ملتی ہے تو ہمیں پانچ گھنٹے اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دینی چاہئیں۔ میں نے CT کورس کی اسلامیات کے مضمون میں امانت اور دیانت کے زیر عنوان یہ بھی پڑھا تھا کہ اپنا ڈیوٹی ٹائم چُرانا بھی خیانت ہے مگر ہمارے یہاں ڈیوٹیز پر نہ آنے، اپنی جگہ کسی اور سے کام کروانے یا پیسے دے کر کام کروانے، گھر بیٹھے حاضری لگوانے اور دیر سے آنے اور مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے ڈیوٹی سے چلے جانے اور ڈیوٹی کے دوران بھی اپنا کام صحیح طور پر سرانجام نہ دینے کی جو بدترین مثالیں ہمارے ادارہ میں پائی جاتی ہیں شاید کہیں اور نہیں پائی جاتیں۔ بہرحال اساتذہ کی کمی کا بہانہ بنا کر اپنی نالائقی پر پردہ ڈالا گیا ورنہ اگر جناب سعادت علی خان صاحب جو کہ بینا ہیں BA پاس کر کے ایک لائق اُستاد کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور انگریزی وغیرہ پر عبور رکھتے ہیں تو یہ خوبیاں میرے سمیت ہمارے نابینا اساتذہ میں کیوں نہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم بھی بینا لوگوں شانہ بشانہ چلتے ہوئے انہی کی طرح نارمل تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟ کیا حبیب اللہ صاحب، علی زمان صاحب اور عبدالرشید صاحب جیسے اساتذہ کے پاس بھی جناب سعادت علی خان صاحب کی طرح BA کی اسناد نہیں؟ کیا جناب ایاز صاحب MA اسلامیات وغیرہ نہیں؟

جناب حبیب اللہ صاحب جو کہ میرے انتہائی محترم اور مہربان و شفیق اُستاد رہے ہیں اور جن کا میں نہایت شکرگزار ہوں کہ اُن کے اور میرے درمیان کبھی کوئی تلخی نہ ہوئی جس کا اعتراف تجمل حسین دانش نے بھی کیا کہ وہ سائل کے لڑکپن /زمانہ طالبعلمی ہی سے پسندیدہ اُستاد رہے ہیں اور انہوں نے سائل کو بڑے گراں قدر مشورے بھی دیے لیکن سروس میں آنے کے بعد جہاں سائل پر اور کئی تہلکا خیز انکشافات ہوئے وہاں اسی سٹاف کی زبانی بالخصوص خود حبیب اللہ صاحب حیرت انگیز طور پر معلوم ہو کہ وہ BA پاس ہیں جنہیں بد قسمتی سے انگریزی تو در کنار سیدھی اُردو بولنی بھی نہیں آتی اور ہر کوئی اِن کے مخصوص انداز کی نقل اُتار کر لطف اندوز ہوتا ہے اِن کا بھی علی زمان صاحب اور عبدالرشید صاحب کے ہمراہ جب BA کا امتحان تھا تو ہمارے سٹور کیپر جناب سعادت علی مغل صاحب نے اپنے بھتیجے جس کا نام ضیاء ہے اور مکمل نام نامعلوم ہے جو آج کل سُنا ہے پروفیسر ہیں اِنہیں جناب حبیب اللہ صاحب کو بطور کاتب/معاون (رائیٹر) برائے امتحان دیا جو اُس وقت تیرویں جماعت کے طالبعلم تھے اور جناب حبیب اللہ صاحب چودھویں جماعت یعنی BA کا فائنل امتحان دے رہے تھے اور ضیاء صاحب چونکہ بہت لائق تھے اور ظاہر ہے کہ اِس مرحلہ ایک طالبعلم کو گرائمر سمیت بہت کچھ جاننے کا موقع مل چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب موصوف کا انگریزی کا پرچہ تھا تو ضیاء صاحب نے اِن سے مخاطب ہو کر کہا" حافظ صاحب آپ بس ہونٹ ہلاتے رہیں تا کہ نگران دُور سے آپ کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھ کر یہ سمجھے کہ آپ کچھ بول کر لکھوا رہے ہیں اور پرچہ تو ظاہر ہے میں نے ہی حل کرنا ہے" اور اِسی طرح رائیٹر نے خود پرچہ حل کیا اور ایسے طلباء کو مطلوبہ امتحان سے قبل درسی کتاب بھی تیاری کے لئے دے دی جاتی ہے۔ چنانچہ رائیٹر پرچہ حل کرتا رہا اور موصوف نمازے جنازہ

writer کے حوالے کر دیتا ہے کیونکہ ہمارے امتحانات CCTV کیمرہ جات کے زیرِ نگرانی بھی نہیں ہوتے رہے اور نہ ہی نابینا افراد کے امتحانی پرچہ جات اور شک کی بناء پر ری چیک کیا جانے کا نظام ہے چنانچہ علی زمان صاحب جیسے لوگ اپنی معذوری کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے پرائمری طالبعلم کی سطح کی معلومات بھی نہ رکھتے ہوئے آج غالباً گریڈ 17 کے ملازم اور اچھی خاصی حکومتی مراعات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

iv۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ قواعد کے مطابق اُمیدوار / امتحان دہندہ کا writer ایک درجہ ضرور جونیئر ہونا چاہئے مگر موصوف LLB کے لڑکے کو BA کے امتحان میں لے آئے اور حسب ضابطہ اگر کوئی رائیٹر مزید امتحان جاری نہ رکھ پائے یا ایمر جنسی میں نہ آسکے تو انہی کوائف کا حامل کوئی دوسرا رائیٹر متابادل کے طور پر لایا جانا چاہئے جس کی اجازت / منظوری دوبارہ اپنے متعلقہ ادارہ سے لی جانی چاہئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جس درجہ کا کاتب لایا جائے مثلاً اگر میٹرک کے لئے میڈل کا رائیٹر ہے تو وہ میڈل اُسی سال کا ہونا چاہئے جس کے لئے اُس ادارہ سے تصدیقی سٹیفکیٹ بھی بنوانا پڑتا ہے جہاں وہ رائیٹرز زیر تعلیم ہو یا پھر اگر اس نے بورڈ یا یونیورسٹی کا امتحان دیا یا وہ امتحان دے رہا ہو تو امتحانی نتیجہ یا رول نمبر سلپ کی نقل لف کرنا پڑھتی ہے جس کے لئے بھی متعلقہ ادارہ کی تصدیقی مہر سبط ہونا ضروری ہوتی ہے۔ لیکن موصوف کے حوالے سے BA کے امتحان میں مذکورہ بالا قواعد کی شدید خلاف ورزی ہوئی۔

نوٹ: ایسے طلباء جو دوران امتحان خلاف ضابطہ اپنا کاتب تبدیل کر لیتے ہیں یا جو کاتب کے علاوہ کسی اور سے بھی غیر قانونی طور پر لکھواتے ہیں ان کی لکھائی کا موازنہ اور فرانزک ٹیسٹ ہی متعلقہ اداروں کو کروانا چاہئے تاکہ ایسی بُرائی کا خاتمہ ہو سکے۔ جناب علی زمان صاحب کو تو یہ بھی بتاتے ہیں کہ دوران امتحان نگران نے جب انہیں نقل کرتا ہوا دیکھ لیا تو بطور مزاق انہیں کہا ''چور کے بچے نکل کرتے ہو'' تو انہوں نے اُس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہوئے اُسے شدید نازیبا گالیاں دے کر کہا کہ آپ بھی تو نقل کر کے یہاں تک پہنچے ہیں لیکن یقیناً اگر مذکورہ نگران اور علی زمان صاحب کا موازنہ کیا جائے تو آپ نمایا فرق پائیں گے۔

v۔ حسب ضابطہ رائیٹر کے ذریعے امتحان دہندہ / امیدوار کو الگ کمرۂ امتحان اور الگ نگران فراہم کیا جانا چاہئے تاکہ نہ تو مذکورہ اُمیدوار اور نہ ہی اُس کی وجہ سے کوئی اور دوران امتحان ڈسٹرب ہو اور نہ ہی کسی کو بھی نقل کرنے کا موقع ملے لیکن کیا موصوف جیسے طلباء کو الگ کمرۂ امتحان اور الگ نگران فراہم کیے جانے کا کوئی ریکارڈ دستیاب ہے؟ نیز کیا یہ حلفاً اس بات کو جھٹلا سکتے ہیں؟

ایک نگران اکیلا سب کی نگرانی کر بھی نہیں سکتا مگر بینا لوگ تو درکنار ان کے دو اور نابینا ساتھیوں نے بھی ان کے ہمراہ BA کا امتحان پاس کیا جنہوں نے بھی اپنے اپنے کاتبین (Writers) کو بول کر امتحانی پرچہ لکھوانا تھا انہیں بھی الگ نہیں کیا گیا۔ بلکہ گریڈ 17 کے Religious ٹیچر معلمِ اسلامیات جناب حبیب اللہ صاحب نے جس مزاحقہ خیز انداز میں BA پاس کیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اُس کا احوال بھی سٹاف مزے لے لے کر سناتا ہے اور موصوف بھی اس واقع کی گواہی بڑے فخر سے دیتے ہیں کہ انہوں نہ صرف اپنے بلکہ دوسروں کے جرائم پر بھی پردہ ڈالا ہوا ہے۔ جناب حبیب اللہ صاحب جو کہ کسی قدر اُردو بریل پڑھ لیتے ہیں اور عموماً اسلامیات کے علاوہ کوئی اور مضمون نہیں پڑھا سکتے یہی وجہ ہے کہ ان نام نہاد اساتذہ نے اپنی جان چھڑانے کے لئے انگریزی اور سائنس جیسے مشکل مضامین ایک بینا معلم

مرتبہ اپنے کاغذات verify کروا چکے ہیں۔

8۔ شکر ہے کہ جناب علی زمان صاحب جیسے لوگوں نے لفظ ''Verify'' جیسے الفاظ رٹے ہوئے ہیں اوران کے بھی انگریزی میں انہیں ہجے نہیں آتے۔ میرا اعتراض یہ کبھی نہیں رہا کہ علی زمان صاحب کی گریجویشن یا ایف اے کی اسناد بالکل جعلی ہیں یا انہوں نے کبھی بھی کمرہ ہائے امتحان میں بیٹھ کر کبھی کوئی امتحانی پرچہ دیا ہی نہیں بلکہ ان کی ایسی اسناد کے حوالہ سے سائل ہمیشہ اِس حوالہ سے معترض رہا کہ اِن کے امتحانات کے وقت امتحانی قواعد پورے نہیں ہوئے جن کے باعث علی زمان صاحب جیسے اپنے استادِ محترم کے لئے تو میں ''جاہل'' اور ''تعلیمی طور پر پسماندہ'' جیسے سخت الفاظ تو استعمال نہیں کروں گا لیکن ایسے اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو اتنے جاہل ہوتے ہیں کہ انہیں حروف تہجی تک بھی نہیں آتے مگر اس کرپٹ اور کمزور امتحانی نظام کے نقائص کے باعث ایسے لوگ نہ صرف اعلیٰ امتحانی مدارج میں کامیابی کے بعد مختلف سرکاری ادارہ جات میں ملازمتیں کر کے اداروں / ملک وقوم کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں بلکہ اعلیٰ سکیل اور مراعات بھی حاصل کر رہے ہیں۔ جو کہ ایک علیمہ ہے اور جن جن امتحانی قواعد وضوابط پر عمل درآمد نہیں ہوتا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

i۔ قواعد کے مطابق نابینا یا کوئی بھی ایسا شخص جو لکھنے سے معذور ہو مثلاً اگر کسی کے ہاتھوں کا مسئلہ بھی ہو اور وہ لکھنے سے قاصر ہو تو اسے قواعد کے مطابق امتحانی پرچہ لکھنے کے لئے ایک کاتب (Writer) متعلقہ بورڈ یا یونیورسٹی کی اجازت سے فراہم کیا جاتا ہے جو کہ کوئی سادی سی بات نہیں ہے بلکہ اِس کے بھی کئی قواعد وضوابط ہیں۔

ii۔ ایسے اُمیدوار کو جو Writer کے ذریعے امتحان دینا چاہتا ہے حسب ضابطہ متعلقہ بورڈ یا یونیورسٹی سے بذریعہ درخواست اجازت طلب کرنی پڑتی ہے اور اپنے اور کاتب کوائف بھی درخواست مذکورہ کے ساتھ لف کرنا ہوتے ہیں اور امتحانی پرچہ سے قبل اجازت نامہ حاصل کر کے امتحانی مرکز میں جا کر اپنے اجازت نامہ ودیگر کوائف کا معائنہ کروانا پڑھتا ہے اگر یہ وہی کوائف ہوں جن کا ذکر درخواست مذکورہ میں کیا گیا تھا تو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ نہیں مگر ایاز صاحب نے بتایا کہ موصوف علی زمان صاحب نے اپنے BA کے انگریزی کے پرچہ میں خلاف ضابطہ LLB کا طالبعلم بٹھایا جب کہ یونیورسٹی کو بمعہ تصویر کسی اور کاتب کے کوائف جمع کروائے گئے تھے۔

iii۔ قانوناً جس درجہ کا امتحان اُمیدوار دے رہا ہو اُس سے کم از کم ایک درجہ جونیئر رائٹر ہونا چاہئے ورنہ اِس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ کاتب کی علمی سطح کہیں اس درجہ کہ نہ ہو کہ وہ اُمیدوار کو نقل دے سکے یا اپنے پاس سے پرچہ حل کر سکے جبکہ قانوناً اگر اُمیدوار رائیٹر کو غلط بھی لکھوائے تو اُسے اُسی طرح پرچہ حل کرنا چاہئے جیسے اسے بول کر لکھوایا جائے اور اپنی طرف سے نہ تو وہ از حد کچھ لکھ سکتا ہے نہ ہی کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا معاشرہ جو کہ انتہائی جاہل ہے اور اسے معلوم نہیں کہ معذور افراد کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے اور کہاں انہیں مدد کی ضرورت ہے اور کہاں نہیں؟ اور ضرورت سے زیادہ ہمدردی بھی نہ صرف معذور افراد بلکہ پورے معاشرے کے لئے انتہائی مضر اور زہر قاتل ہے اور معذور افراد کو احساس کمتری میں مبتلا کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا امتحانی عملہ بھی اسی معاشرہ کا حصہ ہے اور اس کی صحیح تربیت نہیں کی جاتی جس کے باعث یہ نہ صرف معذور افراد کے ساتھ بے جا ہمدردی کرتے ہوئے writer کو کہتا ہے کہ تم جو کچھ تمہیں آتا ہے اپنے پاس سے بھی لکھ دو اور خود بھی نقل فراہم کرتا ہے نہ صرف زبانی بتا کر بلکہ دوسروں کے لکھے ہوئے مواد کو بھی لا کر ایسے

ریکارڈنگ کی نہ تو اجازت تھی اور نہ ہی میرے پاس حسب سابق موبائل تھا کہ میں بطور ثبوت اس کی ریکارڈنگ کرتا بلکہ جب پہلے دن یعنی سب سے پہلے مورخہ 2020-08-11 انکوائری افسر نے ہمیں الگ الگ سنا تو اس پہلی ساعت کے موقع پر والدم نے اپنا ایک چھوٹا سا موبائل مجھے دے دیا تھا جو کہ سادہ سا موبائل تھا تا کہ وہ میری خیر خبر معلوم کر سکیں اور ظاہر ہے کہ اس میں سکرین ریڈر/ ٹاکنگ سافٹ ویئر نہ ہونے کی وجہ سے میں اس کو چلا نہیں سکتا تھا بلکہ صرف کال سن اور ملا سکتا تھا چنانچہ جب اُس پر کال موصول ہوئی اور میں نے جب سے موبائل نکال کر ان کی اجازت سے کال سنی تو وہ موبائل بھی بعد ازاں مجھ سے چھین لیا گیا اور مجھ پر شک اور شدید برہمی کا اظہار کیا گیا کہ تم ایک بار پھر موبائل سے بطور ثبوت ہماری ریکارڈنگ کر رہے ہو اور سابق DO جناب سید علی بخش صاحب جو قبل ازیں انکوائری آفیسر اور سپرنٹنڈنٹ عادل صاحب کے ساتھ مل کر میرے خلاف دلائل دے رہے تھے اب انہیں میرے خلاف ایک اور موقع مل گیا جس پر اکتفا کرتے ہوئے وہ بولے کہ ''موبائل تو Allow ہی نہیں ہے'' وہ یہ بات بار بار کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں گویا میرے خلاف کافی ثبوت مل گیا تھا۔

بہر حال اس موقع پر جب علی زمان صاحب سے مذکورہ بالا بحث ہوئی تو ان کا ایک بیٹا بھی جو کہ انگلش میڈیم سے تعلیم یافتہ ہے ان کے ہمراہ تھا جس کے سامنے بھی انہیں شدید شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ اگلے روز جب انکوائری افسر نے سپرنٹنڈنٹ آفس میں ہمیں سُنا اور مجھے جمعہ کے روز پھر جرح کے لئے نا کافی وقت ملا تو پہلے سیشن میں نماز جمعہ سے قبل PTI خالد محمود صاحب اور تجمل حسین دانش سے کچھ سوالات کی اجازملی اور تجمل سمیت ہر کوئی مجھے کہتا کہ جمعہ ہے جلدی کرو اور نماز جمعہ کے بعد ان پر مجھے دوبارہ جرح کا موقع دینے کے بجائے دوسرے سیشن میں عبدالرشید صاحب پر تھوڑی سی جرح ہوئی جس میں بھی علی زمان صاحب بار بار مداخلت کرتے رہے اور یہی کہا جاتا رہا کہ صرف اپنے خلاف لگائے گئے الزمات تک محدود رہو اور دوسری کوئی بات نہ کرو حالانکہ مجھ پر غلط درخواست بازی کا بھی تو الزام تھا جس کا میں نے جواب دینا تھا۔

بہر حال اسکے بعد غالباً اسی دن 2020-09-12 جمعہ کی شام کو آخری سیشن میں محمد ایاز اور علی زمان صاحب تھے اور علی زمان صاحب کے بیٹے کو وہاں سے انکوائری افسر نے نکل جانے کا حکم دیا تا کہ علی زمان صاحب جیسے لوگوں کو مزید شرمندگی سے بچایا جا سکے اور اس کی ایک اور وجہ بھی تھی جو من سائل انشااللہ آگے چل کر بیان کروں گا، چنانچہ جب ایاز صاحب میں اور علی زمان صاحب تینوں انکوائری افسر کے روبرو تھے اور علی زمان صاحب نے لفظ ''قائداعظم'' کے سپیلنگ R سے شروع ہونے جیسی غیر منطقی دلیل دی تو من سائل ایاز صاحب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے آپ جناب کو اس بابت سچی گواہی دی اور آئندہ بھی سچی گواہی دینے کا یقین دلایا۔

7۔ انکوائری افسر کے سامنے بات ہی یہاں سے شروع ہوئی کہ علی زمان صاحب نے سائل کے دائیں جانب بالکل ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہی یہ بات شروع کی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ صاحبان مجھ سے بہت نالاں ہیں اور بار بار میری طرف سے ان کے خلاف جعلی اسناد کے حوالہ سے مختلف حکام کو درخواست گزاری کی جاتی ہے جس سے انہیں شدید ذہنی اذیت اور ان کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ بار بار انہیں متعلقہ جامعات وغیرہ سے اپنے کاغذات کی تصدیق کروانی پڑھتے ہے اور یہ کئی

ہے؟اور اگر ہوتا ہے تو بریل پرنٹر مشین کا کیا نام ہے؟ موصوف کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

آج اگر سائل کسی اور مضمون کی کلاس کسی استاد کی غیر موجودگی میں لیتا ہے تو وہ مضمون پڑھانے کی بجائے پہلے اوپر کی جماعتوں کو بریل کا درجہ دوم پڑھانا پڑھتا ہے جس سے طلباء کا خاصا وقت ضائع ہو رہا ہے مگر چونکہ اسکے بغیر طلباء اوپر کی جماعتوں کی خصوصاً انگریزی میں تحریر شدہ کتب پڑھنے سننے سے قاصر ہوتے ہیں اور یہ ذمہ داری بریل ٹیچرز کی تھی جو انہوں نے پوری نہ کی جو وہ پوری کر بھی نہیں سکتے چنانچہ ایسی نوبت آتی ہے۔

بہر حال جب انکوائری افسر نے بار بار سائل کو علی زمان صاحب سے مقابلہ کا چیلنج دیا تو سائل نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ B.A پاس ہیں؟ تصدیق ہونے پر سائل نے پوچھا کہ اگر آپ کو کسی عہدے پر تعینات کر دیا جائے تو کیا آپ انگریزی میں خط و کتابت کر سکتے ہیں؟ جواب نفی میں تھا۔

پھر سائل نے پوچھا کہ کیا آپ انگریزی میں قائداعظم کے سپیلنگز بتا سکتے ہیں؟ تو جواب پھر نفی میں تھا مگر بدنیت انکوائری افسر نے پھر جانبداری کا ثبوت دیتے ہوئے انکا دفاع کرنے کی کوشش کہا کہ مجھے بھی یہ چیزیں نہ آتیں پھر علی زمان صاحب سے سائل سے پوچھا کہ اچھا آپ نے بھی B.A کیا ہوا ہے کہا مجھے بھی آپ سے سوال پوچھنے کی اجازت ہے۔

انکوائری افسر نے بھی شور مچادیا اور کہا کہ پھر تم بھی تجمل کے سوالات کے لئے ریڈی (تیار ہو جاؤ) کیونکہ اس کو یقین تھا کہ میرے مدمقابل لوگوں میں تجمل کے علاوہ کوئی بھی لائق نہیں، سائل نے کہا کہ میں نے تجمل کو تو کبھی تعلیمی حوالے سے چیلنج کیا ہی نہیں میرا اعتراض تو علی زمان صاحب جیسے لوگوں پر ہے۔

علی زمان صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ نے بھی B.A کیا ہوا ہے تو کیا آپ میرے سوال کا جواب دے سکتے ہیں جس پر سائل حیران اور منتظر تھا کہ آخر موصوف کون سا سوال پوچھنا چاہتے ہیں مگر سوال یہ تھا: (ضلع مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے درمیان ایک غیر معروف قصبہ) ''قلندر آباد سے آگے کون سا چوک آتا ہے'' موصوف کا اپنا آبائی تعلق بھی اسے علاقہ سے ہے اور مقامی ان پڑھ لوگ اس بارے میں بتا سکتے ہیں مگر جب سائل کی ہنسی بے قابو ہو رہی تھی تو موصوف نے تاویل پیش کی کہ یہ جغرافیہ کا سوال ہے آپ نے کہا جغرافیہ میں نہیں پڑھا کہ کچی سڑک پکی سڑک؟ تو سائل نے استفسار سے کہا کہ قلندر آباد کے بارے میں جغرافیہ کہ کون سی کتاب میں آتا ہے اور ہم نے تو پرائمری تک ادارہ ہذا میں سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کی نصاب اور بعد ازاں میں نے اور تجمل نے پرائمری کے بعد پنجاب سے تعلیم حاصل کی تو میں نے کہا کہ اگر آپ نے ایسے ہی سوالات پوچھنے ہیں تو پنجاب کے حوالے سے پوچھیں اور ظاہر ہے کہ ضلع چارسدہ کے DO انکوائری افسر شعیب صاحب بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود موصوف کے ایسے سوالوں کے جواب نہیں دے سکتے تھے۔

اگلے روز علی زمان صاحب نے دوبارہ خود ہی یہ بات چھیڑ دی اور کہا کہ ''آپ مجھ سے ایسے ایسے سوالات پوچھتے ہیں چونکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں لہٰذا مجھے یاد نہیں رہتا۔ مثلاً کل آپ نے مجھ سے قائداعظم کے سپیلنگز پوچھے تھے وہ پتا نہیں کہاں Q سے ہوتا ہے یا R سے کچھ لوگ R سے بھی قائداعظم لکھتے ہیں'' یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پہلے روز شام کو اس واقع کے وقت جناب سردار محمد ایاز صاحب سمیت سٹاف سے کمرہ بھرا ہوا تھا اور انکوائری افسر بھی موجود تھا جیسا کہ پیچھے تفصیلات گزر چکیں کہ وہ موصوف کی اس کمزوری کو ریکارڈ کا حصہ بنانے کے بجائے الٹا زبانی طور پر ان کے دفاع میں مصروف ہو گیا اور بجائے اس کے کہ ہمارے درمیان ہونے والی ایک ایک بات ریکارڈ کا حصہ بنایا جاتا مجھے بھی

درخواست بغرضِ احتساب ارسال کی جو اگر انکا بروقت احتساب کر کے کاروائی کی جاتی تو آج یہ جو اچھی خاصی پینشن کے بھی مستحق بن بیٹھے ہیں یہ نقصان بھی حکومت کو برداشت نہ کرنا پڑتا۔ چنانچہ انکی ریٹائرمنٹ کا انتہائی دُکھ ہے۔

بہر حال ٹائم ٹیبل میں گڑبڑ کی وجہ سے اساتذہ یہ بہانہ بھی کر لیتے ہیں کہ چونکہ انکا کام ڈیوٹی کے مقررہ اوقات سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے لہذا وہ پہلے چلے جاتے ہیں اور ڈیوٹی اوقات میں چوری کرتے ہیں حالانکہ تنخواہ پورے وقت کی لیتے ہیں۔

علی زمان صاحب جیسے اساتذہ کو تو شاید لفظ ''ٹیبل'' (خاکہ /جدول) کا مطلب ہی نہ آتا ہو۔ جب انہیں خود بریل میں ٹیبل کا تصور واضح نہیں تو یہ اپنے شاگردوں پر کیسے واضح کریں گے جیسا کہ جب اِن بریل ٹیچر سے میں نے ایک مرتبہ بریل کے بارے میں سوال کیا چونکہ بریل طرزِ تحریر بہت زیادہ جگہ گھیرتا ہے اور یہاں اعراب /حرکات یعنی زَبر، زیر، پیش وغیرہ حروف کے اوپر نیچے نہیں بلکہ ان کے آگے یعنی اگلے سیل میں درج کرنی ہوتی ہیں چنانچہ بلا ترجمہ قرآن مجید بریل میں چھ جلدوں میں دستیاب ہے اور ہر جلد میں 5 پارے ہوتے ہیں اور بریل کی ایک جلد ہی سائیڈ طرز تحریر میں چھپے ہوئے قرآن مجید سے بہت زیادہ موٹی ہوتی ہے۔ چنانچہ سادہ /اوپن بریل جسے بریل کا درجہ اول (گریڈ 1) بھی کہا جاتا ہے کہ علاوہ گریڈ 2 (بریل کا درجہ دوئم) مختصر بریل (کنٹریکٹڈ بریل) واضع یا گیا ہے جس پر ان ساتذہ کو عبور نہیں جو جماعت سوم سے شروع ہوتا ہے۔

چنانچہ سائل نے ایک ریکارڈِڈ آڈیو میں ان سے پوچھا کہ بریل میں جیسا کہ کنٹریکشنز (یعنی مخففات) استعمال ہوتے ہیں جیسے ایک حرف الف ایک اور ب بہت کی نمائندگی کرتا ہے) تو میں نے ان سے پوچھا کہ اگر لفظ کے بجائے حرف ظاہر کرنا ہو یعنی ایک بہت اور پر کے بجائے صرف الف ب پ ظاہر کرنا ہو یا ٹامن A,B,C وغیرہ۔ نیز مثلاً رومن گنتی لکھیں تو کیسے لکھیں گے تو موصوف نے بریل میں رومن گنتی کے وجود سے ہی انکار کر دیا جو کہ انکی ریکارڈنگ میں نے حکامِ بالا کو بھی بطور ثبوت اِرسال کی تھی کہ اُن DVD's میں بھی دی گئی جو عدالتوں میں جمع کروئی گئیں اور اَب موجودہ انکوائری افسر کو بھی دی مگر ان باتوں پر پَردہ ڈالا جا رہا ہے۔ ''ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا'' کے مصداق جو بات اِن جیسے لوگ جانتے ہی نہ ہوں اُسکا انکار کر دیتے یا اُس میں نقائص تلاش کرتے۔

جنابِ والا! جب موصوف سائل کے خلاف گواہی دینے کے لئے عدالت سیشن کورٹ پہنچے تو مجھے چونکہ اپنے ہی ناعاقبت اندیش وکیل نے بہت پیچھے بٹھا رکھا تھا اور آگے آنے اور بات کرنے کی کوئی اجازت نہ تھی چنانچہ جب ان سے وکیل نے خود ہی سوالات شروع کیے مگر اُس سے پہلے بطورِ گواہ جب انکا تعارف درج کیا گیا تو یہ نہیں بتا پا رہے تھے کہ یہ کونسی پوسٹ پر تعینات ہیں۔ پھر وکیل نے خود ہی کہا ''بریل ٹیچر'' لیکن ''بریل'' کے انگریزی میں کسی کو بھی (سپیلنگ) نہیں آ رہے تھے اور سائل چونکہ بہت پیچھے تھا لہذا میرے وکیل نے خود ہے "Braille" کے بجائے "Brail" لکھوا دیا۔ پھر جج نے جب ان سے بریل کے متعلق سوالات کئے تو یہ بھی پوچھا کہ کیا عام لکھائی کی طرح بریل کا بھی پرنٹ ہوتا

اور CCTV کیمروں کی تنصیب تمہارا کمال نہیں بلکہ PTI کی ویسے بھی یہ پالیسی ہے جو دوسرے ادارہ جات میں بھی نافذ العمل ہے۔ حالانکہ دیگر ادارہ جات میں حاضریوں کا بائیومیٹرک نظام بھی ہے وہاں آتے اور جاتے وقت دونوں مرتبہ لگتی ہے۔ اور بقول علی زمان صاحب وہاں حاضری لگانے کی آخری حد 9 بجے ہے اور اسکے بعد حاضری رجسٹر بند ہوجاتا ہے۔ نیز وہاں خصوصاً پرائیویٹ ادارہ جات میں ٹیچر چیئرز کا تصور بھی ختم کر دیا گیا ہے وہاں اساتذہ کو بیٹھ کر پڑھانے کی اجازت نہیں ہوتی جو کہ یہ اقدامات ہمارے ان ادارہ جات میں بھی کرنے کی ضرورت ہے جو خصوصی تعلیمی ادارے کہلاتے ہیں مگر یہاں پر ان چیزوں کا فقدان ہے۔

چونکہ ہمارے تعلیمی خصوصی ادارہ جات محکمہ سماجی بہبود کے سوشل ویلفیئر افسران چلا رہے ہیں جو کہ ایجوکیشنسٹ نہیں ہوتے لہذا انہیں معلوم نہیں ہے کہ تعلیمی شیڈول یا اساتذہ کے پیریڈز کا ٹائم ٹیبل کیسے مرتب کیا جاتا ہے؟ لہذا یہ خصوصاً بدعنوان نابینا اساتذہ کے ہاتھوں بس گائیڈ اور انکے ہاتھوں میں کھلونے بنے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا اقدامات کے نفاذ کے بعد اور اساتذہ کی باقاعدگی سے نگرانی کے نتیجہ میں اگر یہ انتہائی محنت اور لگن سے طلباء کو پڑھائیں تو انکو تھکا دینے کے لئے ایک پیریڈ ہی کافی ہوجائیگا جسکے فوراً بعد یہ دوسری کلاس لینے کے قابل ہی نہیں رہیں گے۔ لہذا پیریڈز کے دوران وقفہ نہایت ضروری ہے۔ تدریسی قواعد وضوابط کے مطابق تمام اچھے تعلیمی اداروں میں کسی بھی استاد کو سارے پیریڈز لینے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ آدھے پیریڈز اُسے دیئے جاتے ہیں مثلاً 8 میں سے 4 پیریڈز لیکن ایسا بھی نہیں ہوتا کہ سارے پیریڈز لگاتار دیے جائیں بلکہ اس اصول کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ اگر اُسے کوئی خالی پیریڈز بھی دینا پڑ جائے یا کوئی اور تدریسی مصروفیت مثلاً کوئی اہم میٹنگ وغیرہ ہو تو وہ اس دورانیہ میں اپنی یہ خدمات بھی سرانجام دے سکے مگر ہمارے اساتذہ کرام نے ایسا ٹائم ٹیبل سیٹ کر رکھا ہے کہ نہ صرف لگاتار پیریڈز لے لیتے ہیں بلکہ کئی کئی جماعتوں کے پیریڈز ایک ساتھ لے لئے جاتے ہیں جیسا کہ ناظرہ کا پیریڈز اور اسی طرح جناب راحیل عباس صاحب موسیقی کے استاد کے پاس یہ بہانہ ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں مختلف جماعتوں میں سے گانے کے لئے موزوں آوازوں کے حامل طلباء کا گروپ چاہیئے ہوتا ہے لہذا شروع ہی سے میوزک کا ہر جماعت کا الگ پیریڈ لینے کے بجائے PT اور میوزک کے پیریڈز آپشنل ہیں یہ تو سائل کو سروس میں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ موسیقی اور مُنج کے مضامین آپشنل ہیں اور جناب یونس صاحب مُنج سپر وائزر بھرتی ہوئے تھے جو کہ بہت کم ہماری کلاس لیتے اور سب سے زیادہ اس محکمہ سے پیسہ بھی انہوں نے ہی بٹورا اور پوری سروس کے دوران انکا تدریسی دورانیہ جو سب سے کم رہا اُس میں بھی انگریزی پڑھانے کی شرح مقابلاتاً زیادہ تھی چنانچہ ہم اُنہیں انگریزی کا استاد سمجھتے رہے اور میری تحاریر میں جا بجا جو اِس بات کا اظہار پایا جاتا ہے کہ میری انگریزی بہت کمزور ہے اور میرے بنیاد انگریزی میں اچھی طرح نہیں رکھی گئی تھی جسکے ذمہ دار یونس صاحب جیسے اساتذہ ہیں جنہوں نے ایک دن بھی ہماری مُنج کی کلاس نہ لی تھی چنانچہ اِن پر جو پیسہ حکومت کیطرف سے پانی کی طرح بہایا/برسایا جاتا تھا اس پر نہایت دکھ ہوتا اور جب اِنکے باعزت ریٹائرمنٹ کے قریب پہنچنے کی خبر ملی تو پہلی فرصت میں ہی مذکورہ 76 صفحات کی

بیان جمع کرواتا کہ وہ مکمل طور پر غیر جانبدار رہے گا وغیرہ۔ نیز وہ ہمارے بیانات CCTV کیمرہ جات کے زیرنگرانی ریکارڈ کرتا مگر وہ بار بار سائل سے یہی کہتا رہا کہ ''آپ کی تو بہت سی خواہشات ہیں، بہت سی تمنائیں ہیں، بہت ساری آرزوئیں ہیں اور توقعات ہیں آپ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کیمرے ہوں آپ کی ہر خواہش کو پورا نہیں کیا جاسکتا آپ کے لئے میں کیمرے کہاں سے لاؤں؟'' کیا پورے محکمہ سماجی بہبود میں ایک بھی جگہ انہیں CCTV کیمرہ والی نہیں ملی تھی حالانکہ ادارہ کے اندر کئی جگہوں پر بتایا جاتا ہے کہ CCTV کیمرہ ہونے چاہئیں؛ باورچی خانہ میں، طلباء کے ہاسٹل میں، کمرہ ہائے جماعت میں اور ورکشاپ وغیرہ میں تاکہ ہر ایک شعبہ کی نگرانی کی جاسکے اور جہاں تک بجٹ اور فنڈز کا سوال ہے تو مذکورہ نالائق سٹاف پر پیسہ ضائع کرنے کے بجائے ایسے اجتماعی، فلاحی کاموں پر خرچ ہونا چاہیے۔ دیکھا جائے کہ ہمارے اساتذہ کیسے اور کس کس کو کیا کیا پڑھا رہے ہیں؟، ہمارے کین ورکر کیسے اور کتنا کام کررہے ہیں؟ ایک ایک منٹ بلکہ ایک ایک لمحہ کا حساب ہونا چاہئے۔

اِس طرح ہماری ورکشاپ کے ذریعے ہمارا ادارہ منافع بخش آمدنی کمانے والا ادارہ بن جائے گا اور حکومت پر بوجھ نہیں ہوگا یوں چیمی گوئیاں بند ہوجائیں گی کہ ان اداروں کا حکومت کو فائدہ کی بجائے نقصان ہے لہذا انہیں بند کردیا جائے۔ یہ ورکشاپس اداروں کی جان ہیں یہ ہمارے اداروں میں انسانی رگوں میں گردش کرنے والے خون کی طرح ہیں۔ انکی زندگی، تابندگی، پائندگی ہمارے اداروں کی زندگی، تابندگی اور پائندگی ہے لہذا ہماری ورکشاپس کو ختم کرنے کی باتیں بالکل بے محل ہیں۔

جب مذکورہ بدنیت انکوائری افسر نے مجھے اس بات میں پھنسانے کی کوشش کی کہ (آپ اساتذہ ودیگر سٹاف وغیرہ کی تو تفتیش کرتے ہیں مگر) کیا آپ نے کبھی اپنے شعبہ سے متعلق بھی کوئی تجویز دی تو میں ان کے سامنے اپنا یہی نظریہ پیش کیا اور ماضی میں وقتاً فوقتاً جو اس حوالے سے اپنی تجاویز ریکارڈ پر لاتا رہا اور ورکشاپ کے حوالے سے جن خرابیوں کی نشاندہی کی انکی یاددہانی کروائی، بہرحال اب انشاءاللہ CCTV کیمروں کی مدد سے یہ بھی پتہ چلے گا کہ کون حکومتی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ماسک کا استعمال کرتا ہے اور کون نہیں؟ کون کس وقت آتا ہے اور کس وقت جاتا ہے۔ سینئر کلرک عبدالسلام صاحب کہا کرتے تھے کہ دو یا تین شارٹ لیو زمل کر ایک کیثیوَل لیو بن جاتی ہے اور اگر کوئی ماضی کی طرح شارٹ لیو کے بغیر جائے گا تو CCTV فوٹیج کی مدد سے اُسکا بھی محاسبہ اور مواخذہ ہوسکتا ہے اور غیر حاضر شخص کی تنخواہ میں کٹوتی ہوسکتی ہے۔ یوں ماضی میں جن مصنوعی طریقوں سے اپنی تمام تر کرپشن کے باوجود یہ لوگ اپنا ریکارڈ بالکل صاف شفاف رکھتے تھے اب انشاءاللہ اِسکا سدِ باب ہوجائے گا۔

یہی وہ وجوہات تھیں جن باعث سائل عدالت سمیت مختلف فورمز پر بار بار اپنے ادارہ میں CCTV کیمرے نصب کرنے پر زور دیتا رہا کہ یہ تمام مندرجہ بالا اقدامات نہ صرف ادارہ کی سیکورٹی کے نقطۂ نظر سے نہایت موزوں اور اہم ہیں بلکہ یہ ادارہ کو صحیح سمت پر گامزن رکھنے اور اصلاح ادارہ کے لئے بھی انشاءاللہ تعالیٰ بڑے مفید اور محدو ثابت ہوں گے لیکن سائل کو تاحال یہی طعنے دیئے جاتے ہیں کہ تمہاری درخواستوں نے آج تک کسی کا کچھ نہیں بگاڑا

<u>اسکو سورۂ اخلاص نہیں آتی تھی</u>" سائل نے جواب دیا کہ آپ جس سے پوچھنے کے مجاز ہیں وزیر داخلہ تو کیا آپ خود ایک سرکاری افسر ہو کر اپنے **غدار اور ملک دشمن ملازم کو بچا رہے ہیں۔** جناب والا! یہ ہیں وہ گھٹیہ لوگ!! جو انا پرست قسبکر اور بدعنوان افسروں کی مذمت یا انہیں سب وشتم کرنے کے حوالے سے سائل کا مواخذہ کرتے ہیں ان کی اتنی ہمت کیوں نہ ہوئی کہ میرے جن الفاظ کو نقل کر کے مجھے ہر جگہ بدنام کر کے ملزم ٹھہرایا جاتا ہے یہ عدالت نے میرے ان بیانات کی نقول پیش کرتے ؟ اگر ایسا ہوتا تو مذکورہ الفاظ کے سیاق وسباق کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا ان کی اپنی کمزوریاں مزید ظاہر ہو جاتیں اور انہوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ مذکورہ تحاریر پیش عدالت ہی نہ کی جائیں اور عدم ثبوت ہی کہ طعنہ اور الزام قبول کر لیا جائے جب کوئی سائل سے پوچھتا ہے کہ تم قابل اعتراض الفاظ اپنی درخواستوں میں کیوں لکھتے ہو تو جواب دیتا ہوں کہ اس لئے کہ تا کہ یہ لوگ ان تحاریر کو منظر عام پر لا کر خود اپنی کمزوریاں نہ چھپا سکیں۔

قبل ازیں جن سائل نے عادل خان صاحب سے یہ سوال کیا کہ کیا خالد صاحب کو آپ نے میری مذکورہ 76 صفحات کی درخواست کے باوجود ریٹائر کر دیا تو دیکھئے کس طرح تکنیک استعمال کر کے انہیں بچانے لگے؟! کہنے لگے کہ "یہ کوئی FIR تو نہیں درخواست تھی جو معطلی کے لئے ناکافی تھی اور درخواست کی کوئی ویلیو (Value) نہیں ہوتی"۔

جس دن میری ان سے خالد صاحب وغیرہ کی طرف سے قائد اعظم کے خلاف نازیبا زبان کے حوالے سے بحث ہوئی تو انہوں نے ملزمان کو بچانے کے لئے مجھے ایک اور لالچ دیا اور کہنے لگے کہ "تم نے انکوائری پر اعتراض کیا تو تمہارے "بیک بینی فٹس" کا معاملہ بھی مزید 3 سال کے لئے لٹک جائے گا"۔ لیکن میں پھر بھی دباؤ میں نہ آیا اور کہنے لگا کہ جب میں خود ان چیزوں کی پرواہ نہیں کر رہا تو پھر آپ کیوں۔۔۔؟

جب بلآخر میں نے ان سے مایوس ہو کر معذرت کرتے کہا کہ اگر آپ میری درخواست تھرو پراپر چینل بھیجنے سے انکاری ہیں تو کیا میں براہ راست اسے ڈائریکٹر صاحب کو ارسال کر سکتا ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اگر تم نے ڈائریکٹ درخواست بھیجی تو پھر میں آپ کے خلاف لکھوں گا اور کہوں گا کہ میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن یہ نہیں مانا اب اسے زیادہ سے زیادہ جتنی بھی سزا دے سکتے ہو دو یعنی دوسروں کے لیئے انہیں سزا یاد نہیں آتی اور صرف سائل کے لئے یاد آتی ہے۔ پھر کہتے ہیں ہمارے بارے میں ایسی زبان کیوں استعمال کرتا ہے کہ کیا یہ تمہارے باپ لگتے ہیں؟

6۔ یہ کہ علی زمان صاحب جیسے لوگوں کو تو انگریزی میں لفظ "قائد اعظم" کے سپیلنگز ہی نہیں آتے حالانکہ موصوف B.A پاس ہیں مگر محترم جناب سردار محمد ایاز صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ جب انکوائری افسر نے سائل سے پوچھا کہ آپ نے جیسا کہ اپنے جواب میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں ان اساتذہ سے زیادہ لائق ہوں اور میرا اور ان کا مقابلہ کروایا جائے۔ جیسا کہ بصد شکر یہ جناب بھی میرے بارے میں سہی فرماتی رہیں اور جب ان لوگوں نے سائل کی بھرتی کی مخالفت کی تھی تب بھی جناب نے ناچیز کے متعلق ہی موقف اختیار کیا تھا جس پر من سائل جناب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں لیکن اگر ایسے لوگ سائل کو مجبور نہ کرتے تو یہ ناچیز کبھی ان کے مقابلہ میں آنے کی جسارت نہ کرتا لیکن اس موقع پر جب سائل انکوائری افسر کے رویہ سے شدید مایوس ہو کر اپنے ثبوت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا جو کہ اگر وہ انکوائری افسر سچا ہوتا تو سائل کے مطالبہ پر حلفیہ

ہوئے درخواست ان کے حوالے کردی تھی اورانہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے پراسیس کریں گے لیکن روز گزر جانے کے بعد بھی جب وہ درخواست جوں کی توں پڑی رہی اور ارشاد صاحب نے جب یہ بتایا کہ سپرینٹنڈنٹ صاحب کا درخواست دیکھنا تو درکنار انہوں نے اس درخواست کو مرکت بھی کوئی نہ دی۔ یہ جان کر نہایت افسوس ہوا اور پھر درخواست میرے ہاتھ میں تمہاری جس کا عنوان تھا ''اعترافات بر غیر منصفانہ انکوائری'' اور میں عادل صاحب کے پاس اس کو لے جا کر اصرار کرنے لگا کہ اس کو برائے مہربانی ایک نظر ملاحظہ تو فرمالیں۔ مگر موصوف مجھے یہی لیکچر دیتے رہے کہ تمہارے معاملات چونکہ زیرِ انکوائری ہیں۔ لہٰذا میں اسے نہیں دیکھ سکتا وہ یہ بھی کہتے رہے کہ انکوائری ہمیشہ خفیہ ہوتی ہے اور کوئی اس میں مداخلت نہیں کر سکتا لیکن خود جب چاہتے مداخلت کر ڈالتے۔

سائل نے کہا کہ مجھے انکوائری افسر کو تو چیلنج کرنے کا حق ہے کہنے لگا کہ آپ کے پاس بڑا عرصہ پڑا ہے آپ بعد میں عدالت سے بھی رجوع کر سکتے ہیں اور میں دورانِ انکوائری آپ کی شکایت فارورڈ نہیں کر سکتا تم میرے ملازم ہو میں اپنے ملازم کو تباہ و برباد نہیں کر سکتا۔ حالانکہ سائل مصر تھا کہ قبل اس کے کہ کوئی اور غلط انکوائری آجائے اور ایک اور مبنی بر بدنیتی سائل کے خلاف پلندہ تیار ہو آپ مجھے اسے چیلنج کرنے دیں مگر وہ نہ مانے حالانکہ پھر سائل پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ براہ راست اعلیٰ حکام کو خطوط اور درخواستیں اور شکایتیں بھیجتا ہے۔

سائل نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ جب ایک بار کسی کی ریٹائرمنٹ کی منظوری ہو کر آجائے تو یہ عدالت عظمیٰ کا فیصلہ ہے کہ پھر کوئی بھی چیز یا کوئی بھی طاقت اُس کی ریٹائرمنٹ کو روک دیں آپ محکموں کو غلطیاں کرنے دی اگر سائل تا حال آپکے ساتھ مخلص ہے تو جناب والا اسکا ناجائز فائدہ کیوں اٹھایا جا رہا ہے۔ سائل بھی اتمامِ محبت کے طور پر بار بار توجہ دلا رہا ہے بصورتِ دیگر افسران خود ہی انشاء اللہ غلط نتائج بھگتے گے۔

سائل کو اِس بات کی نہایت خوشی ہوئی کہ اس مرتبہ ہمارے ڈائریکٹریٹ نے ریٹائر ہونے والے ملازمین کے لئے ایک سوالنامہ تیار کیا ہے جس میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ آیا ان کے خلاف کوئی انکوائری وغیرہ تو زیرِ التواء نہیں۔ اِس بابت جب سائل محکمہ کی مدد کرنا چاہتا تھا تو ایک بار پھر اس کے خلاف وہی روایتی طوفان برپا کر کے سائل کو پھر شدید بدنام کر کے پریشان کیا گیا اور سائل کے ایسے رویہ کو حکام بالا وغیرہ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے محض عادت اور شراکت سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ جب گاڑی کے حوالے سے بھی سائل بار بار توجہ مبذول کراتا رہا تو بھی یہی منفی روش اختیار کی گئی اور جب جناب علی زمان صاحب پکار اُٹھے اور مجھے فون پر بارہا کہتے رہے کہ اب ہمیں تمہاری قدر آئی ہے اب سب کو تمہاری قدر آئی ہے اور وہ اس بات کی تائید میں عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کا وہ گایا ہوا مصرا بھی پڑھتے کہ

''سجنا کوں ٹور بیٹھی آں، میں کوں پچھو لگے ارمان''

چونکہ مذکورہ گاڑی والا واقعہ میری ملازمت سے برطرفی کے بعد پیش آیا تھا لہٰذا علی زمان صاحب نے موقع کی مناسبت سے یہ مصرا پڑھ کر میرے حوصلہ افزائی کی جس پر نہایت شکر گزار ہوں۔

بہر حال جب عادل صاحب نہ مانے اور کہنے لگے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ملازم کا مواخذہ ہو سکتا ہے جو حکومت سے پینشن لیتا ہے اور یہ بھی کہنے لگے کہ تم معاف کر دو۔ جب سائل نے ان کی توجہ خالد صاحب جیسے لوگوں کی طرف سے قائداعظم کو گالیاں دینے کی طرف توجہ دلائی تو کہنے لگے ''نمو!! قائداعظم کو گالیاں کون نہیں دیتا۔ ہمارا ایک وزیر داخلہ تھا

کہ وہ ہے ہی نہیں اور اگر ریکارڈ یا ثبوت فراہم کرنا شکایت کنندہ کی ذمہ داری ہے تو اس ریکارڈ کا کیا جائے گا یا اس ثبوت کو کیسے جھٹلایا جائے گا جس کے بارے میں سائل نے کہا کہ فلاں فلاں ریکارڈ تو موجود ہی نہیں؟؟؟؟؟ جناب والا!!! ان واضح نشانیوں کے بعد کون ہے جو مجھے باطل پر اور انہیں حق پر سمجھنے کے سوائے اس ضدی اور متعصب شخص کے جس کے دل میں میرے خلاف بغض وعنا اور دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ ایسے ثبوتوں کے بعد نام نہاد انکوائری کو دبا دیا گیا۔

خالد محمود صاحب پی ٹی آئی بھی انہیں اساتذہ میں سے ہیں اور یونس صاحب بھی جو 1998ء میں بھی اپنے سیاہ کارنامے سرانجام دیتے رہے مگر انہیں بغیر کسی انکوائری کے اتنی ٹھوس اور سنگین شکایات کے باوجود باعزت ریٹائرڈ کر دیا گیا ہے اور مستقبل میں آپ جناب حبیب اللہ صاحب، عبدالرشید صاحب اور علی زمان صاحب کو ان ٹھوس حقائق کی بناء پر معطل کرنے کی بجائے باعزت ریٹائر کرنے والے ہیں حالانکہ خالد صاحب کا شمار بھی ان ہی منافقوں میں ہوتا ہے جو آپ کے سامنے تو انتہائی میٹھے بن جاتے ہیں اور پیٹھ پیچھے آپ کو ایسی ایسی گالیاں دیتے ہیں۔ مثلاً آپ خواتین افسران بشمول آپ کے کو انتہائی غلیظ گالیاں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "ان کی ٹانگیں۔۔۔۔۔۔۔(انہیں ریپ کیا جائے) سجاد۔۔۔۔۔"

چنانچہ جناب عادل خان صاحب نے تمام تر الزمات یا شکایات کی پروا کئے بغیر خالد محمود صاحب وغیرہ کو باعزت ریٹائر کیا اور مزید ریٹائرمنٹس متوقع تھیں نیز انکوائری افسر کے متعصبانہ رویہ کے خلاف سائل نے ایک درخواست باحضور جناب ڈائریکٹر صاحب محکمہ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم KPK پشاور کو گزاری جس کو آنجناب عادل صاحب نے نا صرف فارورڈ کرنے سے انکار کر دیا بلکہ سائل کو دھمکیاں بھی سنائیں۔ حالانکہ سائل نے ان کی ذات پر کوئی نقطہ چینی نہ کی تھی۔

یہ درخواست جس کو براہ راست لینے سے انکار کر دیا گیا تھا تو سائل نے بنام سپریٹنڈنٹ بذریعہ رجسٹری ڈاک مورخہ 27-08-2020 زیر رسید نمبر 1265 ارسال کی جس کی نقل انکوائری افسر یعنی DO چارسدہ کو بھی زیر رسید نمبر 1266 ارسال کی جو کہ بذیعہ ای میل مورخہ 18-01-2021 کو ان ہی حکام بالا کو یہ بے انصافی، لاقانونیت اور بد عنوانیاں ملاحظہ کرنے کے لئے ارسال کی جن کو سائل روائیتی طور پر ارسال کیا کرتا ہے۔

سائل نے درخواست جو سپریٹنڈنٹ عادل خان صاحب کو بھیجی اس پر آخر میں یہ بھی تحریر کروا دیا تھا کہ "درخواست بدست لینے سے انکاری ہونے کی بنا پر یہ درخواست بذیعہ رجسٹری ڈاک ارسال کی جاتی ہے" تا کہ اہتمام محبت ہو جائے۔

جب سائل نے درخواست مذکورہ جونیئر کلرک ارشاد صاحب کو دینا چاہی تو وہ ٹال مٹول سے کام لینے لگے اور مجھے حسب ضرورت روایت لکھ کر نہ دیا اور کہتے رہے کہ میں اس وقت تک اس درخواست کو ریکارڈ کا حصہ نہیں بناؤں گا جب تک عادل صاحب نہ کہیں آپ خود یہ درخواست سے لے کر ان کے پاس جائیں اگر وہ اجازت دیں گے تو میں آپکی بات مان لوں گا۔

عادل صاحب چونکہ ادارہ ہذا کے دفتر میں بیٹھنے کی بجائے DO آفس میں ہی اکثر تشریف فرما رہتے تھے تو میں بار باران کے دفتر کے چکر لگا تا رہا اور یہ درخواست لکھنے میں چونکہ ارشاد صاحب نے ہی میری معاونت کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے لکھی تھی اور میں نے کافی دیر گزر جانے کے بعد سپریٹنڈنٹ صاحب کی غیر موجودگی میں ان پر اعتماد کرتے

جماعت میں نہیں گیا اور سائل اور تجمل دونوں ایک ساتھ یعنی 1999ء پرائمری مکمل کیا وگرنہ سائل ایک سال پہلے اپنی پرائمری تعلیم مکمل کر لیتا۔

سائل تجمل حسین دانش کا اس بناء پر بھی شکر گزار جبکہ اس نے انکوائری افسر کو یہ گواہی بھی دی ریکارڈ کرائی کہ ان دنوں جناب سردار محمد ایاز صاحب جو اس وقت سائل کے طرح کین ورکر تھے اور جونیئر کلاس فور راجہ شوکت ورکشاپ اٹینڈنٹ ان دنوں تجمل کے گھر آتے اور الیاس صاحب کے خلاف اکسا کر کہتے کہ گاڑی آپ کے لئے نہیں آرہی لہٰذا آپ لوگوں کو بھی ہمارے ساتھ مل کر کچھ کرنا چاہئے نیز بتایا کہ ان دنوں اس کے ماموں نے اسے یہ بھی بتایا کہ آپ کے سکول کے خلاف اخبارات میں خبر لگی ہے لیکن جب یہی باتیں سجاد کین ورکر کے ساتھ منسوب ہوں تو نقشہ کچھ اور ہوتا ہے جس پر محکمہ کا ریکارڈ گواہ ہے۔

بہر حال بدنیت انکوائری افسر سائل پر دباؤ ڈالتا رہا دوسروں کی بار تو خود بھی ریکارا کٹھا کرتے ہیں اور دوسرے بھی ان کی مدد کرتے ہیں بلکہ جب عدالت میں کوئی کیس ہو مثلاً بیوی کی طرف سے شوہر کے خلاف خلع کا مقدمہ ہو اور اس کے پاس مطلوب ریکارڈ نا کافی ہو اور وہ صرف اتنا بتادے کہ اس کا شوہر فلاں محکمہ میں فلاں پوسٹ پر کام کرتا ہے تو عدالت خود اس کا ریکارڈ متعلقہ محکمہ سے طلب کر لیتی ہے آخر بے بس و بے کس مظلوم و مجبور اور کمزور و لاچار لوگوں کی مدد کرنا بھی ریاست کا فرض ہے مگر جب سائل بار بار ریکارڈ کے حوالے سے نشاندہی کرتا تو الو کا پٹھا انکوائری افسر جان بوجھ کر سائل کو تنگ کرنے کے لیئے اور اس کی بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے خوش ہو کر ادھر ادھر جھومتے ہوئے کبھی تالیاں بجاتے ہوئے اور کبھی چھت کو دیکھتے ہوئے اطمینان بھرے انداز میں کہتا ''آپ دیں گے مجھے ریکارڈ'' (کہ ریکارڈ فراہم کرنا یا ثبوت دینا مدعی کی ذمہ داری ہے) مگر وہ الو کا پٹھا ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے سائل کے خلاف بوسیدہ اور گھسا پٹا ریکارڈ لینے کے لئے سپرنٹنڈنٹ عادل خان کے ساتھ تھانہ کینٹ ایبٹ آباد پہنچ آتا ہے۔ حالانکہ وہی مصدقہ ریکارڈ اسے ادارہ ہٰذا سے بھی دستیاب تھا اور اس مقدمہ میں سائل ویسے بھی بری ہو چکا تھا اور سائل کو پھسانے کے لئے تو عدالتی کاروائی یا فوجداری مقدمہ کا سہارا لینے کی کوشش کی جاتی اور کہا جاتا کہ اگر آپ کی بریت کافی اور حتمی ہوتی تو عدالت سروس ٹربونل خیبر پختونخواہ کیمپ کورٹ ایبٹ آباد دوبارہ انکوائری کا حکم کیوں دیتی حالانکہ اس میں بھی انکوائری کے حوالے سے سائل کے خلاف نکات کے متعلق ایک جج نے اختلافی نوٹ بھی تحریر کیا تھا جس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عدالتی انکوائری کا حکم صرف سائل ہی کے خلاف نہیں تھا بلکہ عدالت جن جن نکات کو سن کر دوبارہ انکوائری کی ضرورت محسوس کرنے کا نتیجہ پر پہنچی اس حوالے سے سائل متعدد مرتبہ پہلے تفصیلات بیان کر چکا ہے لیکن بہر حال جب سائل مذکورہ مقدمہ کے حوالے سے کوئی بات ثابت کرنا چاہتا تو کہا جاتا کہ یہ پروسیڈنگ الگ ہے اور وہ پروسیڈنگ الگ اور اس بات کا بھی سہارا لیا جاتا تو عدالت نے بلکہ عدالت کے ایک جج نے اختلافی نوٹ میں فرمایا کہ عدالتی فیصلہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا دونوں پروسیڈنگز متوازی طور پر چل سکتی ہیں تو اب یہی اصول دوسروں کے لئے اختیار کیا جائے ورنہ سائل اس امتیازی رویہ کے خلاف ہائی کورٹ میں بھی رٹ پٹیشن دائر کرنے کا حق رکھتا ہے۔

بہر حال جو نام نہاد انکوائریاں سائل کے خلاف پیش کر کے اسے جھوٹا اور عدم ثبوتوں کا حامل ٹھہرایا جاتا ہے ان انکوائری فائلات میں اس ریکارڈ کو کیوں نہیں لف کر کے بطور ثبوت پیش کیا جاتا جس کے بارے میں سائل نے نشاندھی کی

بہرحال اب تو جناب الیاس صاحب بھی وفات پا چکے ہیں ان کی وفات جہاں ہمارے لئے بالخصوص میرے کیس کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے مگر میرے کیس کے حوالے سے ایک فائدہ یہ ہے کہ لوگ اب 1998ء کے سالانہ امتحان کا جعلی ریکارڈ بنا کر دستخط حاصل نہیں کر سکتے اور اگر کسی اور کے جعلی دستخط لئے گئے تو انشاء اللہ اس کا بھی فرانزک ہو جائے گا۔

علی زمان صاحب جیسے لوگ سائل کو کہتے ہیں کہ ہم جعلی امتحانی نتائج بنا کر تمہیں اگلی جماعت میں ترقی نہ دینے کی وجہ سے تمہاری امتحان میں ناکامی ظاہر کر دیں گے تو جناب الیاس صاحب کی وفات کے بعد یہ دروازہ تو ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے نیز اس سال کوئی بھی بچہ یا طالبعلم ترقی کر کے اگلی جماعت میں نہیں گیا جو یا تو میرے اس مؤقف کا ثبوت ہو گا کہ مذکورہ سال امتحانات ہوئے ہی نہیں تھے یا اس کی ناقص کارکردگی کا ثبوت ہو گا کہ مذکورہ سال امتحانات ہی نہیں تھے یا ان کی ناقص کارکردگی کا ثبوت ہو گا دونوں صورتوں میں یہ ایک انتظامی مسئلہ ہے جو ان جھوٹے انکوائری افسران کے منہ پر ایک زوردار تمانچہ ہے جو کہتے ہیں کہ سائل عدم ثبوت کا حامل ہے اور جہاں کوئی انتظامی مسئلہ وغیرہ نہیں۔

جناب والا! جیسا کہ سائل اور تجمل حسین دانش ہم جماعت رہے ہیں اور دونوں کو یہاں لائق ترین افراد تصور کیا جاتا ہے اگر علی زمان صاحب جیسے لوگ بغض وعناد میں سائل کو نالائق قرار دے رہے ہیں تو کیا تجمل کو بھی نالائق قرار دیں گے جس کا میں شکر گزار ہوں اور سب سے بڑھ کر اللہ کا شکر گزار ہوں جس نے تجمل کو یہ سچی گواہی دینے کی توفیق بخشی کہ وہ بھی سائل کی طرح 1992ء تا 1999ء یہاں پرائمری تک طالبعلم رہا اور (سائل کی طرح) اسے بھی ایک سال اس وجہ سے سالانہ امتحان میں ناکام قرار دے دیا گیا کہ کورس نامکمل تھا اور اس وقت کی پڑھائی اچھی ہوتی تھی اور امتحان میں ناکامی کی وجہ سے ہماری نالائقی نا تھی۔ بہرحال ہم دونوں پہلی جماعت میں داخل ہوئے اور تجمل مجھ سے کچھ سینئر تھا۔ اول تا پنجم ہمارے 5 سال یہاں صرف ہونے چاہئے تھے یعنی 1992ء تا 1997 تک پرائمری تعلیم مکمل کر لینی چاہئے تھی لیکن چونکہ ہم دونوں پورے کیریئر کے دوران صرف ایک مرتبہ یعنی 1993 کے سالانہ امتحان میں فیل ہو چکے تھے اور ہم چھ لڑکوں میں سے 3 ترقی کر کے اگلی جماعت میں چلے گئے اور ہم تینوں پیچھے رہ گئے جیسا کہ تجمل نے بدوران انکوائری اپنے بیان میں کہا ہے کہ "سجاد (بصد شکریہ) ہم تینوں میں سے زیادہ ذہین تھا"۔

بہرحال 1998ء میں ہمارے 6 سال کے بعد ہمیں پرائمری تعلیم مکمل کر لینی چاہئے تھی مگر اس سال چونکہ امتحانات ہوئے ہی نہیں تھے اس لئے ہمیں 7 برس لگے اور ہم دونوں ہم جماعتوں یعنی من سائل اور تجمل حسین دانش نے 1999ء میں اپنا پرائمری مکمل کیا۔

اگرچہ مذکورہ تجمل حسین دانش نے 1998ء میں پرائمری مکمل نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ اسے سکول کی گاڑی لاتی اور لے جاتی نہیں تھی وہ چونکہ ڈے سکالر تھے اور یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے الیاس صاحب جیسے افسران کا بھی قطعہ مشق بننے سے تو گاڑی محفوظ نہ تھی اور ان کو لانے اور لے جانے کے لئے تو گاڑی کا ڈیزل دستیاب تھا مگر ڈے سکالر بچوں کے لئے نہیں لیکن سائل تو اگرچہ ان دنوں ڈے سکالر تھا مگر چونکہ ان دنوں ہمارا سکول ہمارے ہی علاقہ جھنگی سیداں میں ہی تھا اور میں اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ ادارہ کسی گاڑی استعمال کرنے کے بجائے پیدل ہی آتا جاتا تھا اگر تجمل بوجہ ادارہ میں آنے سے قاصر تھا تو میرے اور دیگر طلباء کے تو امتحانات ہونے چاہئے تھے مگر کوئی بھی بچہ اس سال ترقی کر کے اگلی

چوکیدار ہر وقت گیٹ پر موجود ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کر سکتا وہ گیٹ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا اب ظاہر ہے کہ کوئی بھی چوکیدار جو بہر حال ایک انسان ہے کوئی ربورٹ نہیں ہے اور مشین بھی ایک خاص حد تک استعمال ہو سکتی ہے وگرنہ وہ بھی خراب ہو جاتی ہے بہر حال انسان تھک جاتا ہے ایک چوکیدار کو اپنے ڈیوٹی اوقات میں سونے تو کیا اونگھنے کی بھی اجازت نہیں تو ایک چوکیدار کیسے پورے 24 گھنٹے یا 12 گھنٹے کی ڈیوٹی دے سکتا ہے، لہٰذا ایک چوکیدار قانوناً 8 گھنٹے ڈیوٹی سرانجام دینے کا پابند ہے یوں 24 گھنٹوں کے لئے ہمیں 3 چوکیداروں کی ضرورت ہے اور بعض لوگ چوکیدار کی ڈیوٹی کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ 6 گھنٹے ہے یوں ہمیں 24 گھنٹوں کے لیئے کم از کم 4 چوکیداروں کی ضرورت ہے اور جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ والدم ایک فوجی ریٹائرڈ ہیں اور فوج جیسا سخت Discplined ادارہ جہاں بنیادی انسانی حقوق کا عموماً تصور مفقود ہے وہاں بھی زیادہ سے زیادہ ایک چوکیدار کو 4 گھنٹے کی اجازت ہے اس اصول کے مطابق ہمیں 6 چوکیداروں کی ضرورت ہے وہ بھی صرف گیٹ کے لئے یعنی چوکیدار تو دوران ڈیوٹی گیٹ سے لحہ بھر بھی غافل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انسانی معاملات کی بھی نگرانی درکار ہوتی ہے جس کے لئے اچھے بڑے تعلیمی اداروں میں ان اداروں کے اندر بھی ہر سیکشن کے لئے الگ الگ چوکیداران درکار ہوتے ہیں اور الحمدللہ اب ہمارا ادارہ بھی ایک بڑا ادارہ بنتا جا رہا ہے اس کی کامیابی اور ترقی کے لئے میری تجویز کردہ اصلاحات کا نفاذ نہایت ضروری ہے۔ جناب والا! اگر آپ بطور میری محسنہ کے مجھ سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ میں آپ کی خاطر آپکی مخالفت کی بجائے عصبیت کا مظاہرہ کروں اور آپ کے خلاف ہر لڑائی میں آپ کے لئے کود پڑوں تو یہ ادارہ بھی تو ہمارا محسن ہے آج میں جو کچھ ہوں اسی ادارہ کی وجہ سے ہوں تو میں اس کی تباہی پر کیسے خاموش رہ سکتا ہوں؟ جناب والا! ایک چوکیدار کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اگر اس کی ڈیوٹی کا دورانیہ ختم ہونے پر بھی جب تک دوسرا چوکیدار آ کر اپنی ذمہ داریاں نہ سنبھال لے تب تک وہ اپنی جگہ نہ چھوڑے اور تاخیر سے آنے والے چوکیدار کے خلاف رپورٹ کرے اور متعلقہ انچارج اس کے خلاف ایکشن لے کاش ہماری ACRS یوں کارکردگی کی بنیاد پر لکھی جائیں جو حاضر سروس افسران ریکارڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے خود اپنے ہاتھ سے خفیہ طور پر لکھیں نہ کہ ذاتی پسند و ناپسند کی بناء پر ACRS خود ملازمین کے حوالے کر دی جائے اور وہ ان افسران کی ریٹائرمنٹس کے بعد افسران سے ذاتی طور پر مل کر یا انہوں نے اپنی گھروں پر بلوا کر لکھوائیں یا پہلے سے تحریر شدہ ACRS پر محض ان سے دستخط لے لیں۔ جناب والا! یہ مت بھولیں کہ آج کل فورنزک انکوائری بھی ہو سکتی ہے!!!!!!!

5۔ یہ کہ 1998ء کے امتحانات یعنی سالانہ امتحانات سرے سے منعقد ہی نہیں ہوئے جس کے یہ اساتذہ ذمہ دار ہیں اور ان امتحانات کا بلکہ دیگر بھی کئی سالوں کے امتحانات کا سرے سے کوئی ریکارڈ بھی موجود نہ ہے جس کا بھی سائل نے بار بار اپنی تحاریر میں ذکر کیا جس کی بھی پرواہ کئے بغیر ان اساتذہ کو دھڑا دھڑ ریٹائر کیا جا رہا ہے۔

مذکورہ علی زمان صاحب سمیت جو لوگ سائل پر طعنہ زنی کرتے ہے اس کا رویہ اپنے محسنوں کے ساتھ درست نہیں حالانکہ خود انکا پاکستان خود ان کا پاکستان اور بانی پاکستان کے حوالے سے کیا رویہ ہے اس پر بھی بارہا سائل لب کشائی کر چکا نیز اپنے اس محسن ادارہ اور اس کے بانی اور معمار اول ہم سب کے عظیم محسن ادارہ کے پہلے انچارج الیاس صاحب کے ساتھ انکا جو رویہ تھا اسی کی وجہ سے مذکورہ بالا امتحانات بھی ملتوی ہوئے۔

ایک درجہ چہارم کے معمولی ملازم ڈرائیور ذاکر کی ذاتی مدعیت میں مقدمہ درج کیا جاتا ہے حالانکہ جب سائل پر اسی ادارہ میں کئی مرتبہ شدید قاتلانہ حملے ہوئے تو نہ صرف یہ کہ افسران نے کوئی محکمانہ کاروائی نہ کہ اور نہ ہی FIR بلکہ سائل کا یہ بھی جرم بن گیا کہ اس نے اپنے تحفظ کی خاطر FIR بلکہ تھانہ میں کچی رپورٹ کیوں لکھوائی اور یہی علی زمان صاحب سب کو سائل کے خلاف بھڑکاتے تھے اور کہتے کہ جب ادارہ میں کوئی واقعہ ہو تو اس کی FIR درج کروانا متعلقہ انچارج کا کام ہے اور سائل کی بار یہ بھی اس کا جرم بن جاتا ہے کہ اس نے اپنی حفاظت کے لئے ادارہ میں ایک سرکاری ادارہ میں پولیس کیوں بلوائی؟ نیز جب من سائل اعتراض کرتا ہوں کہ میرے خلاف یا میرے مقابلے میں سرکار کو کیوں لا کھڑا کیا گیا؟ جبکہ سائل ریاست پاکستان کا انتہائی وفادار اور مذکوران غدار ہیں تو ایک جواب یہ دیا جاتا ہے کہ تم نے چونکہ ایک سرکاری ادارہ میں جرم کیا ہے۔ لہٰذا سربراہ ادارہ نے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ہماری خلاف سرکار کی مدعیت میں مقدمہ کروایا تو میرے بیان کردہ مذکورہ بالا اور مذکورہ ذیل واقعات بھی تو اس سرکاری ادارہ میں پیش آئے جن میں سے وہ واقعات بھی ہیں جو سائل کے مقابلے میں سنگین تر ہیں ان کے خلاف سرکاری مدعیت میں کیوں کوئی مقدمہ نہیں بنتا۔ <u>جناب والا! واضح رہے کہ کسی بھی پاکستانی شہری کے خلاف امتیازی رویہ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل 25A کی خلاف ورزی ہے۔</u> لہٰذا گزارش ہے کہ ان کے خلاف بھی میری طرح سرکاری مدعیت میں نہ صرف فوجداری مقدمہ چلایا جائے بلکہ قسمت خان صاحب کے کیس جیسے سول مقدمہ میں بھی سائل کو بطور سرکاری گواہ پیش عدالت کیا جائے۔ جناب والا! اگر سائل پر یہ الزام تراشی کی جاسکتی ہے کہ یہ ہمیشہ محکمہ کے خلاف بولتا ہے تو بار بار درخواست کے باوجود قسمت خان جیسے لوگوں کے خلاف محکمہ کے دفاع میں سائل کی خدمات کیوں نہیں لی جاتیں۔

اگر شہنواز ورکشاپ اٹینڈنٹ اپنی معذوری کے باعث ایک غیر مجاز شخص بطور چوکیدار اپنے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا تھا تو اسے چوکیدار کی ڈیوٹی کیوں دی گئی، قسمت خان جیسے افسران کیونکر اپنے آپ کو معصوم اور بے گناہ قرار دے سکتے ہیں جو اسکے ذمہ دار ہیں؟

اگر چوکیدار کے پاس اسلحہ بھی موجود نہیں تھا اور گاڑی کے آس پاس یا اس کے اندر اس کی حفاظت کے لئے کسی کو معمور نہیں کیا گیا تو متعلقہ افسر بری الذمہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ جس کے خلاف چلیے محکمانہ کاروائی تو ہوگئی لیکن عدالتی کاروائی باقی ہے جیسا کہ سائل کے مقدمہ میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا تھا کہ کریمنل اور سول دونوں پروسیڈنگز ساتھ ساتھ چلیں گی۔ مگر الٹا ''ایک چوری اوپر سے سینہ زوری'' اور ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق قسمت خان صاحب کے کیس کی طرح فرشتہ صفت ہیرو بن کر عدالت پہنچ گئے کہ حضور! دیکھئے میں تو بے گناہ ہوں، میں تو بے قصور ہوں، میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ جناب والا! انہیں کیوں چارج اور لعنت ملامت نہیں کیا جاتا کہ یہ محکمہ کو بدنام کررہے ہیں؟ کیا صرف سائل ہی محکمہ کو کھٹکتا ہے۔

میں کھٹکتا ہوں دلِ افسران میں کانٹے کی طرح

اور یہ؟ فقط: اللہ ھو..... اللہ ھو

جناب والا! ایک چوکیدار کا یہ فرض ہے کہ وہ دوران ڈیوٹی خوب چوکنہ ہو کر اپنے اردگرد گیٹ کے اندر اور گیٹ کے باہر نظر رکھے اور اچھے اداروں میں چوکیداران کو بیٹھ کر یا بغیر اسلحہ کے بھی ڈیوٹی سرانجام دینے کی اجازت نہیں ہوتی۔

خیانت مجرمانہ نہ ہوگی؟ لہذا اگر مذکوران نے گاڑی چوری یا گم نہیں بھی کی ہو تو مذکورہ خیانت مجرمانہ Crimianl Brack of Trust کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ گاڑی کی حفاظت میں دیدہ ودانستہ غفلت برتی بلکہ چوروں کو گاڑی چوری کا موقع دے کر اعانت جرم کے مرتکب ہو کر چوروں کے مددگار بنے۔ لہذا ان پر نہ صرف یہ کہ چوری کی دفعات بلکہ چوری کی معاونت یعنی Abetment کی بھی دفعہ لگائی جائے۔ جناب والا! جیسا کہ چوری کی دفعہ 379 یا 380 PPC ہے بلکہ سرکاری ملازم کا ایسی چیز چُرانا یا اُس میں مدد فراہم کرنا جو اُس کے افسر کے قبضہ میں ہوا اس پر تعزیراتِ پاکستان 381 دفعہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا صرف محکمانہ کاروائی ان کے خلاف ناکافی ہے اور محکمہ نے تو قسمت خان صاحب کو ویسے بھی Sensure کیا جس کے خلاف بھی ملزم نے اپنی بے گناہی کی اپیل سروس ٹریبونل میں کردی۔ لہذا میرے پیش کردہ نکات محکمہ کے لئے بڑے مفید اور کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو ہمیشہ بالکل کلیئر کرتے اور صرف سائل جیسا کمزور، لاچار، مجبور ومحکوم اور محروم ومعذور ومظلوم شخص ہی ریکارڈ خراب کرنے کے لئے ملا ہوا ہے۔ نیز محکمانہ کاروائی میں بھی ناکافی لوگوں کے خلاف کاروائی کی گئی حالانکہ جناب قسمت خان صاحب کم ازکم ادارہ کو قابل اعتراض عمارت میں لانے کے ذمہ نہیں۔ وہ تو اسے یہاں برقرار رکھنے اور حفاظتی اقدامات میں غفلت وغیرہ کے ذمہ دار ہیں۔ وگرنہ انہوں نے جو درخواست ادارہ کی کسی دوسری محفوظ عمارت میں منتقلی کے حوالے سے بعدازوقوعہ دی؛ وہ یہ کام پہلے بھی کرسکتے تھے۔

جناب والا! عمارت تو صاحبزادہ شمس الرحمان صاحب کے دور میں منتقل ہوئی، جنہیں بغیر کسی محکمانہ وعدالتی کاروائی اور بغیر انکوائری کے باعزت ریٹائر کر دیا گیا اور گاڑی ایسی جگہ کھڑی کی جاتی تھی جو اریا چوری وڈاکے کے حوالے سے نہایت خطرناک ومضر ہے نیز یہاں گسکی کلاں کے خطرناک اور بدنام علاقہ گوڑیاں کے ڈاکوؤں کی بھی مبینہ طور پا آماجگاہ ہے۔ گاڑی کی چابی یا تو مبینہ طور پر گاڑی کے اندر ہی ہے گاڑی لاک کئے بغیر موجود تھی یا اگر نہ بھی ہو تو گاڑی چوری کرنے والے افراد اس ناپاک فن کے بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ جو ڈرائیور ذاکر گاڑی کی گمشدگی کے بعد رپورٹ کرسکتا ہے تو وہ کئی ماہ سے موجود گاڑی لاپتہ ہونے کے خطرے کو بھانپتے ہوئے پہلے بھی رپورٹ کرسکتا تھا مگر ادارہ ہذا میں سائل کے علاوہ بدقسمتی سے کوئی بھی ایسا موجود نہیں جو اپنی جان مال اور عزت کی پرواہ کئے بغیر ان غلط کاریوں کو رپورٹ کرے اور کسی نے خفیہ رپورٹ بھی نہ کی۔ یہی اصل میں وہ باتیں ہیں جن کی سائل کو سزا مل رہی ہے۔

وہ جھوٹا انکوائری افسر ریاض الحق ثانی بھی اسکا ذمہ دار ہے جسے بھی **باعزت ریٹائر کردیا گیا ہے**۔ جس نے میرے خلاف اپنی جھوٹی رپورٹس میں کہا کہ یہاں کوئی لاقانونیت، کوئی بدعنوانی اور کوئی کسی قسم کا بھی ادنیٰ درجہ کا بھی انتظامی مسئلہ نہیں ہے۔ اسکے تائید کنندہ گان بھی ذمہ دار ہیں نیز یہاں اخلاقی مسائل بھی ہیں جو انتظامی مسائل سے بڑھ کر ہیں جنہیں چنداں اہمیت بھی نہ دی گئی۔

جناب والا! یہ کیا بات ہے کہ سجاد کیخلاف تو ہر کوئی ایکشن میں آجائے اور اعلیٰ سطحی انتظامیہ بھی حرکت میں آکر اسکے خلاف تو FIR کا حکم دے اور سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے سرکاری مقدمہ درج ہو مگر ان لوگوں کے خلاف بزاریا شکایات اور سنگین الزامات کے ثبوتوں کے ڈھیر لگادیئے جائیں اور ان کے خلاف صدر، وزیراعظم، سپریم کورٹ الفرض کوئی بھی اتھارٹی یا ادارہ حرکت میں نہ آئے اور جب بامر مجبوری گاڑی چوری ہونے کی صورت میں مقدمہ کرنا بھی پڑھ جائے تو

صاحبزادہ شمس الرحمان صاحب جیسے افسران کو "بزدل" کہتا ہوں تو جناب والا! اگر یہ بزدل نہیں تو اور کیا ہیں اگر اب صاحبزادہ صاحب کو گرفتار کر کے از سرِ نو تفتیش کی جائے تو کیا وہ مذکورہ حقائق جھٹلا سکتے ہیں؟ اگر وہ میرے مذکورہ بالا بیان کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا وہ یہ فرمائیں گے کہ ادارہ کو انہوں نے خود اپنی مرضی سے مذکورہ عمارت منتقل کیا تھا کیا وہ سارا بوجھ اپنے اکیلے سر پر لیں گے تو اگر ایسا ہے تو پھر بھگتیں۔ جناب والا! پھر یہ ہیں کیا؟

جیسا کہ تفصیلات پہلے گزر چکیں کہ ادارہ میں گاڑی کھڑی کرنے کی کوئی جگہ نہ تھی چاہیئے تو یہ تھا کہ کم از کم وہ گاڑی کو محکمہ کے کسی اور ادارہ میں بعد از فراغت کھڑی کر دیتے۔ اگر صاحبزادہ شمس الرحمان صاحب کے بعد بلکہ مذکورہ گاڑی لاپتہ ہونے کے بعد سابق سپرنٹنڈنٹ جناب قسمت خان صاحب کو یہ ہوش آسکتا ہے کہ وہ دوسری گاڑی کو سید احمد سپیشل ایجوکیشن سکول میں پارک کر سکتے ہیں تو یہ ہوش اُنہیں پہلے کیوں نہیں آیا بلکہ ان سب کا زور یہ صرف میری ضد اور مخالفت اور مجھے نیچا دکھانے میں صَرف ہوتا رہا۔ جنکی ساری توانائیاں اِس بات پر ہمیشہ صَرف ہوتی رہیں کہ وہ میری ہر اچھی سے اچھی تجویز کی مخالفت کریں اگر وہ میرے تجاویز پر عمل کرتے ہوئے سیکورٹی اقدامات کو بہتر بناتے تو ایسا افسوس ناک سانحہ پیش نا آتا۔ <u>لہٰذا ان صاحبان نے اپنی طاقت و اختیارات کا سراسر ناجائز غلط استعمال کیا۔</u>

البتہ کچھ روز قبل ایاز صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ پہلے گاڑی کچھ عرصہ کسی محفوظ جگہ پر سرکاری ادارہ میں پارک کی جاتی تھی مگر وہاں سابق DO سوشل ویلفیئر ایبٹ آباد جناب نیاز خان صاحب نے غیر قانونی طور پر رہائش اختیار کر لی تھی جسکے باعث گاڑی غیر محفوظ جگہ کھڑی کرنی پڑی لیکن اُسکے علاوہ بھی ادارے تھے جیسے سید احمد شہید وغیرہ۔ نیز افسران بالا غیر قانونی احکام صادر کرنے کے نامجاز ہیں اور نہ ہی ہم انہیں ماننے کے پابند ہیں۔ ہم کسی فرد یا حاکم کے ذاتی نہیں بلکہ ریاستِ پاکستان کے وفادار ملازم ہیں لہٰذا مجرمانہ طور پر غلط احکام کی بجا آوری کی گئی اور مذکورہ گاڑی کا ادارہ کے باہر اندرونی لوگوں کی نظروں سے اوجھل کئی میٹر کے فاصلے پر ایک ایسے کھلے گیراج میں کھڑا کیا جاتا رہا جسکا کوئی دروازہ بھی نہ تھا۔ نیز وہاں گاڑی کے حفاظت کے لئے کوئی معمور بھی نہ تھا اور صاحبزادہ شمس کے بعد قسمت خان صاحب نے بھی یہ پالیسی جاری رکھی لہٰذا یہ کیسے خیانتِ مجرمانہ نہیں ہے؟ کیونکہ انھوں نے SSP انویسٹیگیشن کو درخواست گزاری کے اُن کا اور اُنکے ماتحتوں کا نام اس دفعہ سے نکالا جائے اور اس پرچے کو ہی سرے سے خارج کر کے نامعلوم افراد کے خلاف کسی اور دفعہ کے تحت چوری کا مقدمہ درج کیا جائے؟ یہ لوگ تو ہمیشہ اپنے آپ کو صاف اور میرے جیسے اپنے مخالف کو ہی ہمیشہ گندا کرتے ہیں اور کیوں حکومتی افسران ہمیشہ انکی اندھا دھن تقلید کرتے ہوئے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں جیسا کے SSP Investigation نے انکی درخواست مذکورہ منظور کر کے کیا؟

جناب والا! یہ بات تو خود قسمت خان صاحب نے بھی تسلیم کی کہ گاڑی بغیر گیٹ کسی جگہ پر کھڑی تھی جہاں سے چوری / گم ہوئی۔ اب دو باتوں میں سے ایک تو ضرور ماننی لازم آئے گی۔

i۔ یہ کہ گاڑی میرے مذکورہ بالا بیان کے مطابق ادورہ کے باہر سے چوری ہوئی جسکی تفصیلات گزر چکیں۔

ii۔ یہ کہ گاڑی ادارہ کے اندر سے چوری ہوئی تو اپنا گیٹ موجود ہے بغیر گیٹ کہ کونسی جگہ تھی جہاں سے گاڑی چوری ہوئی۔ یہ وہی جگہ تھی جسکی سائل نے نشاندہی کی۔

جناب والا! اگر آپ میرے سپرد کوئی چیز امانتاً فرمائیں اور من سائل جان بوجھ کر اُسکی حفاظت میں غفلت برتوں تو کیا یہ

ملازمت کے جس معاشی بحران میں ہوئی اور سائل مکمل طور پر والدین کا محتاج تھا ایسے حالات میں جبکہ سائل اپنی زوجہ کو میکہ میں چھوڑ کر فیصل آباد کے ایک ادارہ میں پناہ گزیں تھا اور بڑی مشکل سے کچھ پیسے جمع کر کے مذکورہ 76 صفحات کی درخواست لکھوا کر ارسال کی اور بیوی کو کچھ نہ بھیج سکا اور بعدازاں میرا گھر بھی ٹوٹ گیا مگر افسوس حکام پر خاطر خواہ اثر نہ ہوا اور مذکوران کی ممکنہ ریٹائرمنٹس کی صورت میں حکومت و ریاست کو نقصان سے بچانے کی غرض سے بروقت درخواست بھیجی تا کہ مذکوران کے خلاف مطلوبہ فوجداری دفعات کے تحت مقدمہ ہو جائے اور یہ لوگ معطل ہو جائیں انکے خلاف اتنے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ انہیں معطل کر کے انکے خلاف محکمانہ اور عدالتی دونوں طرح کی انکوائری میرے پیش کردہ مسلمہ حقائق، ٹھوس دلائل و شواہد اور ناقابل تردید ثبوتوں کی روشنی میں کی جاسکتی ہے اور آپ سے استدعا ہے کہ معاملہ کی ازسرِ نو عدالتی انکوائری کروائی جائے اور جس طرح سروس ٹریبونل میں حکومت کی طرف سے سرکاری وکیل محمد جان صاحب نے موقف اپنایا تھا کہ سرکاری ملازم کے لئے ایک طرف تو فوجداری جرم ایک فوجداری / عدالتی معاملہ ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ سول جرم / مس کنڈکٹ / محکمانہ کاروائی کا بھی متقاضی ہے حالانکہ میرے خلاف محکمانہ کاروائی کا وقت گزر چکا تھا جو کہ قانوناً بعد از معطلی 90 روز میں محکمہ کو اپنی انکوائری مکمل کرنا ہوتی ہے یا معطلی میں توسیع کرنا ہوتی ہے ورنہ سرکاری ملازمت قانوناً خود بحال ہو جاتا ہے مگر میں عدالت سے بھی بَری ہو چکا تھا اسکے باوجود میرے خلاف انکوائری پر زور دیا گیا جو کہ بالآخر عدالت نے اُن کا موقف تسلیم کر لیا اور میں بھی نئی انکوائری میں دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ عدالت نے دونوں فریقین کو ریلیف دیا کہ اگر میرے خلاف کوئی چیز یا کسی بھی حوالے سے تو حکومت / محکمہ قانون و انصاف کے مطابق چلیں۔

جناب والا! سائل متعدد مرتبہ ادارہ کی جملہ خرابیوں کے ساتھ سیکورٹی معاملات کے حوالے سے بھی بارہا توجہ مبذول کرواتا رہا اور جب سائل گرفتار ہو کر جیل سے ضمانت پر رہا ہوا اُن ہی دنوں سائل پر مقدمہ سے کچھ روز قبل ادارہ کو مذکورہ بالا قابل اعتراض عمارت میں منتقل کیا گیا جہاں گیٹ سے پہلے ہی ہمارے ادارہ کی گاڑی گزرنے کا بہت تنگ راستہ تھا اور اس تنگ گلی میں بھی سیدھی سڑک کے بجائے بہت زیادہ سیڑھیاں تھیں نیز ادارہ میں گاڑی گزرنے کے لئے کوئی بڑا گیٹ نہ تھا جس سے گاڑی کو ادارہ کے اندر لایا جاتا اور گیٹ سے داخل ہوتے ہی فوراً اترائی میں سیڑھیاں ہو جاتی تھیں اور شاید ادارہ اندر سے بھی اتنا چھوٹا تھا کہ اندر گاڑی کھڑی کرنے کی کوئی بھی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ سابق سپرنٹنڈنٹ صاحب زادہ شمس صاحب ہرگز وہاں ادارہ کو منتقل کرنا چاہتے تھے مگر روزانہ اُنہیں مجبور کیا جاتا اور وہ ہارٹ اور بلڈ پریشر کے مریض بھی تھے تو یہ لوگ اُن کے دفتر میں پہنچ جاتے اور گھنٹوں اُن کا دماغ کھاتے رہتے۔ علی زمان صاحب جیسے لوگ ہر روز نیا عظم باندھتے ہوئے کہتے کہ اگر آج اس نے ہماری بات نہ مانی تو دَمادَم مست قلندر ہوگا اور جب مایوس ہو کر لوٹتے تو کہتے کہ اگر کل اِس نے ہماری بات نہ مانی تو دَمادَم مست قلندر ہوگا اور اگلے روز پھر یہی کہتے ہیں کہ اگر آج یہ نہ مانا تو دَمادَم مست قلندر ہوگا۔ آخر ایک دن علی زمان صاحب جیسے لوگوں کی زیرِ قیادت سپرنٹنڈنٹ کی اجازت کے بغیر ہی اُٹھا کر دوسری عمارت میں منتقل کرنا شروع کر دیا گیا اور یوں ہم اچانک دوسری عمارت میں شفٹ ہو گئے۔ صاحبزادہ شمس الرحمان صاحب میں اتنی جرت نہ تھی کہ ان لوگوں کو اظہار وجوع نوٹس جاری کرتے انکی Explananation Call کرتے یا ان کے خلاف کوئی انتظامی کاروائی عمل میں لاتے۔

جناب والا! میرے خلاف مبنی بر بدنیتی پیش کردہ ریکارڈ میں اس بات کی نشاندہی کی جاتی ہے کہ من سائل

سربراہ ادارہ ہذا کو مجبور کرنے والوں میں شامل تھے کہ وہ ادارہ کو ان کی مرضی کے مطابق مذکورہ بالا عمارت میں منتقل کریں اور نہایت درشتی اور بدتمیزی سے پیش آئے تھے۔ گاڑی کے سوال پر نہایت بے باکی سے با آواز بلند کہتے کہ "گاڑی جائے جہنم میں"، جس کے گواہ جناب سردار محمد ایاز صاحب بھی ہیں اور من سائل کو بھی دفتر سے بہت دور باہر تک یہ آواز سنائی دیتی اور وہ اعلانیہ اور فخریہ طور پر بارہا اس کا اظہار کرتے رہے۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ سوائے فضل محمود صاحب اور قسمت خان صاحب نے سبھی نے ادارہ کی گاڑی کو تختہ مشق بنایا اور اپنے ذاتی اور گھریلو استعمال میں لاتے ہوئے ادارہ کے ملازمین واطفال کے بجائے اپنے آپ اور اپنے بچوں کو سیر سپاٹے کروائے۔ سب سے زیادہ الزام آپ جناب پر ہے۔

4۔ یہ کہ من سائل نے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود فیصل آباد سے مورخہ 07-05-2020 کو 76 صفحات پر مشتمل ایک درخواست بغرض FIR بنام SHO تھانہ کینٹ ایبٹ آباد کو ارسال کی اور اسکی نقول بھی بہت سی شخصیات اور حکام کو کیں مگر وسائل کی کمی کے باعث جبکہ سائل ملازمت وتنخواہ سے بھی محروم تھا فوری طور پر دو نقول عدالتِ عظمیٰ پاکستان اور خاتون اول بشریٰ عمران صاحبہ کو بھی ارسال کیں۔ نیز مورخہ 01-06-2020 کو بذریعہ ای۔میل پر بھی ارسال کیں اور وہ رسیدات بھی ساتھ لف کیں جن کے تحت بذریعہ رجسٹری ڈاک جن جن شخصیت کو ارسال کی گئی تھیں جنکا چیئرمین نیب کی طرف سے ردِ عمل ہوا اور چیف سیکرٹری کو انکوائری ریفر کی گئی۔ جسکا آج تک کچھ علم نہیں اور یہ ساری تفصیلات سائل نے اپنے مذکورہ 78 صفحات کے جواب میں بھی عرض کیں اور یہ بھی بیان کیا کہ جب سائل مورخہ 02-06-2020 کو چیف سیکرٹری آفس عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد اور سروس بحالی کے سلسلہ میں پاکستان سٹیزنز پورٹل شکایت نمبر KP020620-8493884 کے سلسلہ میں پہنچا تو ڈائریکٹر PMDU یا PMRU قیصر رحمان صاحب نے دیگر دستاویزات کیساتھ میری مذکورہ بالا 76 صفحات پر مشتمل درخواست کو پڑھنے اور شکایت کیساتھ لف کرنے اور اس پر عمل درآمد سے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ "کوئی بھی ان 76 صفحات کو نہیں پڑھتا، میں بھی نہیں پڑھتا" حالانکہ اسمیں گاڑی چوری / گمشدگی کی بڑی To The Point تفصیلات تھیں البتہ ایک روز قبل جو میں نے اُن کو بھی ای۔میل کی تھی شاید اسی حوالے سے انھوں نے فرمایا تھا کہ ڈائریکٹوریٹ آف سوشل ویلفیئر میں آپ کا کیس پڑا ہوا ہے صرف 2 عدالتی آرڈرز کی کمی تھی جنکو مذکورہ شکایات کیساتھ لف کر دیا گیا جسے یعنی شکایت مذکورہ اور ای۔میل گزشتہ مذکورہ کو بھی ملا کر پڑھنے کی ضرورت تھی جس سے گاڑی چوری / گمشدگی کے حوالے سے انتہائی ٹھوس اور ناقابل تردید حقائق پیش کئے گئے تھے کہ کون کون اِس خیانتِ مجرمانہ زیر دفعہ PPC 406/34 جو کہ ناقابل ضمانت وناقابل راضی ہے کا مرتکب ہے؟

جناب والا! آپ یہ بات بخوبی جانتی ہیں کہ سائل کے گھریلو حالات کیا ہیں؟ جو کہ حادثاتی طور پر آپ سب کو معلوم ہیں اور جسکی بناء پر میرا اور آپ کا شدید اختلاف رہا مگر اب اللہ کے بعد آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس حوالے سے تنگ کرنا چھوڑ دیا ہے مگر علی زمان صاحب نے اس حوالے سے بھی میرے زخموں پر نمک چھڑکا بہر حال آپ میں یہ مثبت تبدیلی بالکل غیر متوقع تھی اور آپ یہ بھی بخوبی جانتی ہیں کہ سائل کی شادی جن غیر معمولی حالات اور بغیر

میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی آپکے سامنے مذاق میں بھی کوئی بات کرلے تو آپ اس کو سنجیدہ لے لیتے ہیں۔

جناب والا! کیا سائل کوئی بچہ ہے اور اتنی سینس بھی نہیں رکھتا کہ کون مذاق کر رہا ہے اور کون سنجیدہ بات کر رہا ہے؟ کون مذاق کر رہا ہے اور کون مذاق اڑا رہا ہے؟ کون کس انداز سے بات کر رہا ہے؟ اور کیا بانی پاکستان کی شخصیت ایسی ہلکی اور اتنی نا قابل احترام ہے کہ انکی تصویر کے نیچے بیٹھ کر سرکاری ملازمین وافسران ادارہ میں ان کے بارے میں مذاق کرے؟

علی زمان صاحب نے اپنی بات بکواسات پر یہ کہ کر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کی کہ "آپ کے سامنے اگر کوئی یہ بات کرے کہ لوگ قائداعظم کے بارے میں یہ بات کہتے ہیں تو آپ اسے بھی ہمارے ساتھ منسوب کر کے ہم پر فٹ کر کے ہم پر الزام لگا دیتے ہیں" تو مذکورہ بالا باتوں پر یہ اضافہ کرتا ہوں کہ آج تک کہ میرے حلف کا چیلنج کیوں قبول نہ کر پائے؟

یہ تو ان کی منافقت تھی جو انہوں نے مجھ سے کہا کہ "آپ اپنا موازنہ نہ قائداعظم کیساتھ نہ کریں آپ قائداعظم نہیں بن سکتے، ہرگز نہیں بن سکتے، دوبارہ پیدا ہو کر آجائیں تو بھی نہیں بن سکتے" مجھے فخر ہے کہ علی زمان صاحب نے اپنی منافقت میں ہی سہی اپنی زبان سے آنجناب کی کوئی تو تعریف اور میری تضحیر فرمائی ورنہ تو قائداعظم کو ماننے والوں کو شدید گالیاں دیتے اور انہیں کی اولاد قرار دیتے ہیں۔

جناب والا! مجھے تو ایسے گھٹیا افسران کی توہین و تنکیص یا ایسے سینئرز کو برا بھلا کہنے پر چارج کیا جاتا ہے مگر خود قائداعظم کو برا بھلا کہنے والے بے داغ ریکارڈ کے مالک ہیں، کیوں؟

جہاں تک افسران کے سب وشتم کا تعلق ہے تو سائل نے اس بابت بھی بارہا نشاندہی کی ہے کہ منج سپر وائزر / سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر جناب یونس صاحب زادہ شمس الرحمان صاحب کے حوالے سے زریں خیالات والفاظ پر مشتمل ریکارڈنگ بھی پیش کی ہے جن کو بھی بغیر کسی کاروائی اور انکوائری کے باعزت ریٹائر کر دیا گیا جو کہ انہوں نے خود اپنا کیس آگے نہیں بھیجا اس امید پر کہ ملازمت میں عمر کی آخری حد 63 سال ہو جائے گی اور کچھ عرصہ مزید انہیں لوٹنے کا موقع مل جائے گا۔

یہ یونس صاحب ہی تھے جنہوں نے صاحب ادارہ کی عمارت تبدیل کرنے پر مجبور کیا جس کے باعث دیگر نقائص کے علاوہ ادارہ کی یادگار قیمتی گاڑی جو کہ ادارہ کا ابتدائی اثاثہ تھی چوری / گم شدگی کا واقع بھی پیش آیا موصوف نے ہی صاحب زادہ شمس الرحمان کی اس بات کہ مذکورہ عمارت میں ایک تو گاڑی کھڑی کرنے کی کوئی جگہ نہیں اور دوسرے یہ کہ سیڑھیاں بہت زیادہ ہیں کہا تھا کہ شکر نہیں کرتے کہ اک عائد تو کم ہوگا کوئی تو مرے گا جان چھوٹے گی۔

جناب والا! میرے خلاف جھوٹی نکوائری میں قرار دیا جاتا ہے کہ من سائل عدم ثبوت کا حامل ہوں اور یہاں کوئی بدعنوانی اور کوئی انتظامی مسئلہ وغیرہ نہیں ہے جسکی طرف سے بھی میں آتا ہوں لیکن مذکورہ بالا مسائل مالی کرپشن اور انتظامی مسائل سے زیادہ اہمیت کے حامل اور سنگین نوعیت کے ہیں جنہیں یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

3۔ یہ علی زمان صاحب ہی تھے جو ہمیشہ انتظامی مسائل میں مداخلت کرتے رہے اور صاحب زادہ شمس الرحمان صاحب سابق

قومی/اجتماعی مفاد کو ترجیح دی اور میری سابقہ مراعات وغیرہ بھی تو انکوائری کے نتیجہ پر منحصر تھیں اور D.O سوشل ویلفیئر ضلع چارسدہ جناب شعیب صاحب کو بطور انکوائری افسر اس وقت تو انکوائری جلدی ختم کرنے کا شوق تھا جو فرماتے تھے کہ مجھ سے روز روز یا بار بار چارسدہ سے یہاں نہیں آیا جاتا حالانکہ اپنی آمد و رفت کے لئے سرکاری وسائل کا بے دریغ استعمال کر رہے تھے اور یہاں بھی مذکوران کیطرف سے آنجناب کی خوب مہمان نوازی کی جاتی تھی مگر میرے اس نقطہ نظر کو انہوں نے مسترد کر دیا تھا کہ مجھے بھی مذکوران کی ریٹائرمنٹ سے قبل انکوائری کے خاتمہ کی جلدی ہے۔ بدیں وجہ سائل نے سروس ٹریبونل سے درخواست کی تھی کہ یہاں چونکہ بہت لمبی لمبی تاریخیں پڑھ رہی ہیں اور کم سے کم بھی عموماً دو ماہ کی تاریخ ہوتی ہے جو اگر مذکوران میں سے ہر فرد پر کم از کم ایک ایک تاریخ پر بھی جرح ہو تو کم از کم چھ سال کا عرصہ درکار ہے یوں یہ لوگ ریٹائر بھی ہوتے رہیں گے جنکی ملازمتیں ہی سرے سے غیر قانونی ہیں جنکی ریٹائرمنٹس اور پنشنز کے نتیجے میں حکومت پر جو بوجھ ہوگا اسکے برعکس انکے خلاف بروقت قانونی کاروائی کے نتیجہ میں ریکوریز سے حکومت کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جسکی ہمارے اس غریب اور زبوں حال ملک کو اشد ضرورت ہے اور سائل بھی بغیر تنخواہ کے اتنا لمبا عرصہ کیس نہیں لڑ سکتا۔

چنانچہ عدالت نے سائل کو ریلیف فراہم کرتے ہوئے اور اپنے وقت کی بھی بچت کرتے ہوئے سائل کو موقع دیا تھا کہ غیر ضروری تاخیر سے بچا جا سکے گا مگر اتنا عرصہ وقت ضائع کیا گیا۔ پہلے تو عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد میں تاخیر کرتے ہوئے میری بحالی کو مؤخر کیا گیا اور جب بحال ہوا تو انکوائری میں پورا موقع نہیں ملا اور اب اتنے مہینے گزرنے کے باوجود جس انکوائری کو ختم کرنے کی اتنی جلدی تھی اس کا کوئی نام و نشان نہیں نیز انکوائری ہمیشہ میرے خلاف ہی کی جاتی ہے اور ایسے سنگین ملزمان کو بھی باعزت طور پر ریٹائر ہونے کا موقع دے دیا جاتا ہے تاکہ ان کے خلاف بعد از ریٹائرمنٹ کوئی کاروائی نہ کی جا سکے اور بلا تحقیق انہیں باعزت طور پر ریٹائر کیا جا سکے جنہیں سرے سے ہی یہاں ملازم ہی نہیں ہونا چاہئے تھا جو کہ المیہ ہے۔

کیا میری طرف سے نامزد ملزم جناب حبیب اللہ صاحب وغیرہ پر مجھے جرح کا موقع دیا گیا؟ لیکن جن کو بھی عنقریب ریٹائر کیا جا رہا ہے جن میں سے ہر فرد انفرادی تنخواہ پر جتنی حکومتی لاگت آئی اسکو اگر اجتماعی فلاحی کاموں پر صَرف کیا جاتا اور حکومت فنڈز کی عدم موجودگی کی عزر و بہانہ نہ کرتی تو آج ہمیں بریل پریس اور اردو سکرین ریڈر سافٹ ویئرز وغیرہ کے فقدان اور چوری شدہ انگلش سافٹ ویئر استعمال کرنے جیسے مجرمانہ کاموں کا سامنا کرنا پڑتا جو معلومات لیک ہونے کی صورت میں ملک کی بدنامی کا باعث بن سکتے ہیں ان لوگوں کی تنخواہوں سے کم مذکورہ سہولیات پر لاگت آ سکتی تھی۔

کیا میرے 78 صفحات پر مشتمل جواب میں جو نکات درج تھے کہ من سائل فلاں فلاں سوالات مذکوران سے کرنا چاہتا ہوں کیا ان کا بھی مجھے پورا موقع دیا گیا بلکہ جب معاملہ قائداعظم کی گستاخی کا آیا تو جونیئر کلرک ارشاد صاحب نے بھی خود کو مذکوران کے سامنے ہیرو ثابت کرنے کے لئے بڑی بے باکی سے قائداعظم کی گستاخی شروع کر دی۔ جس پر اس بدنیت انکوائری آفسر نے انہیں ہوشیار کرتے ہوئے کہا کہ "یار آپ اِس کے سامنے ایسی باتیں کرتے ہیں تو یہ ہر جگہ اُن کو کوٹ کرتا ہے" اور بار بار یہ بات دہرائی:

ایاز صاحب نے بھی محتاط رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کی تائید کی اور گویا مذکورہ کو ڈانٹتے ہوئے بولے "ہاں کیوں کرتے ہیں ایسی باتیں، قائداعظم تو ہمارے محسن ہیں، انہوں نے تو ہم پر احسان کیا ہمارے لئے ملک بنایا ہے"۔

اگلے روز جب میں نے انکوائری افسر کے رویہ پر اسکے سامنے اظہار تشویش کیا تو اس نے یہ کہہ کر پردہ ڈالا کہ

دیگر افسران ہر وقت بشمول آپ کے تو ہمارے پاس ہر وقت موجود نہیں ہو سکتے اور خود آ کر ہماری حوصلہ افزائی یا کونسلنگ براہ راست نہیں کر سکتے بلکہ یہ کام ادارہ کے ہر فرد خواہ وہ طالبعلم ہو یا ملازم کو سرانجام دینا ہوتا ہے مگر تفصیلات آئندہ سے یہ بات انشاء اللہ بخوبی عیاں ہو جائے گی کہ ہماری کیسی ذہن سازی اور حوصلہ افزائی ہو رہی ہے؟ اگر چہ زیادہ تر باتیں شاید ئی نہ ہوں مگر تمام محبت کے طور پر من سائل آپ سے زبانی بات چیت کے بعد بارے دیگر پھر تحریری شکل میں جمع و مرتب کر کے ریکارڈ کا حصہ بنا رہا ہوں تا کہ سند رہے۔

جناب والا! ہمارے مخصوص مذکورہ بالا نظریات کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ معذور افراد پر خصوصاً اُن کے سامنے ترس کھاتے ہوئے ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی نہ کیا جائے اور ان کے لئے "بے چارہ، اندھا، لنگڑا، لولھا، گونگا، بہرا" نہ کہا جائے اور ایسا کڑوا سچ ان کے سامنے نہ بولا جائے جس سے ان کے اندر اپنی معذوری / محرومی یا احساس پیدا ہو کہ ہم دوسروں سے مختلف ہیں بلکہ ان میں زیادہ سے زیادہ اس بات کا احساس پیدا کیا جائے کہ یہ بالکل دوسروں کی طرح ہیں اور معذور اور غیر معذور افراد میں کوئی تفریق و امتیاز نہیں مگر موصوف جیسے لوگ زیادہ سے زیادہ ہمیں دوسروں سے مختلف بنانے میں مصروف اور قرآن مقدس کی ان آیات مبارکہ جن میں کہا گیا ہے کہ نابینا اور بینا برابر نہیں کو اپنے نعوذ باللہ مزموم مقاصد کے لئے استعمال کرتے اور ان باتوں کے ذریعے اپنی جملہ کمزوریوں، ناکامیوں بدعنوانیوں سستیوں، کاہلیوں، خیانتوں اور کام چوریوں وغیرہ پر پردہ ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس لئے نالائق اور نا قابل ہیں کہ قرآن میں آیا ہے کہ "اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے" یوں یہ ان آیات مقدسہ کو اپنے اصل سیاق وسباق سے کاٹ کر نعوذ باللہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے بطور تائید پیش کرتے ہیں اور حقیقت میں اسلام میں محرم اور نا محرم کے درمیان پردہ کی وجہ سے خواتین کے ساتھ مَردوں کا ملازمت کرنا بھی غیر شرعی ہے تو موصوف اگر اتنے ہی دین دار ہیں تو ملازمت سے سبکدوش کیوں نہیں ہو جاتے جن کی بطور ثبوت میں نے کئی ریکارڈنگز بھی کیں جن میں فون کالز کا ریکارڈ بھی شامل ہے جس کے مطابق یہ **طالبان کے حامی ہیں۔**

2۔ میرا یہ بیان یا میری یہ درخواست کُل کی کُل حلفیہ ہے اور میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر انشاء اللہ جو بھی کہوں گا سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ بھی نہیں کہوں گا اور نہا دھو کر خانہ خدا میں قبلہ رخ ہو کر قرآن اُٹھا کر بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہوں، چنانچہ موصوف کی جانب سے <u>نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان کی مخالفت</u> کے حوالے سے بار بار سائل نے اپنی تحاریر میں بیان کیا اور سروس ٹریبونل خیبر پختونخواہ کیمپ کورٹ ایبٹ آباد کے حکم کی تعمیل میں ہونے والی کچھ عرصہ قبل نامکمل اور نام نہاد ڈی نووو انکوائری کے موقع پر مجھے محکمہ کی جانب سے جاری شدہ چارج شیٹ کے جواب میں میں نے تفصیلات دیں اور حسب عادت جو میرے خلاف ایک بار پھر بد نیتی کی بناء پر <u>صرف مجھے ٹارگٹ کرنے کے لئے</u> نام نہاد انکوائری کرتے ہوئے مجھے اپنے دفاع کا پورا موقع نہیں دیا گیا اور جتنا مجھے موقع ملا اور جو میں نے ثبوت پیش کئے ان سے بھی بوکھلا کر اس انکوائری کو بھی دبا دیا گیا ہے جو عدالتی حکم پر کی جانی تھی اور نادان یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سائل کا مسئلہ یوں بھی حل ہو گیا ہے چنانچہ یہ اپنی بحالی کے بعد عدالتی حکم پر کی جانی تھی اور نادان یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ سائل کا مسئلہ یوں بھی حل ہو گیا ہے چنانچہ یہ اپنی بحالی کے بعد توہین عدالت کے سلسلہ میں دوبارہ عدالت نہیں جائے گا حالانکہ سائل نے ہمیشہ ذاتی مفاد پر

بخدمت جناب سپرنٹنڈنٹ صاحبہ گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ فار دی بلائنڈ نزد جنرل بس سٹینڈ بالمقابل شیل پٹرول پمپ حویلیاں روڈ ایبٹ آباد۔
محکمہ خصوصی تعلیم / سماجی بہبود حکومت خیبر پختونخواہ

مضمون / عنوان: __درخواست برخلاف بریل ٹیچر / جونیئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر (BPS-17) جناب محمد علی زمان صاحب و دیگر۔__

جناب عالیہ! انتہائی مودبانہ گزارش ہے کہ:

1۔ یہ کہ کسی بھی ادارہ میں ملازمت کے لئے سب سے پہلی اور بنیادی شرط اس ادارہ کے عقائد و نظریات، اسکی پالیسی اور اسکے قوائد ضوابط سے متفق ہونا اور انہیں دل و جان سے قبول کرنا ہے مگر موصوف یا موصوفان اس کے برعکس ہیں جسکے باعث ایسے لوگوں کو ہمارے فلاحی ادارہ جات میں وجود میں آئے جن کے مطابق نابینا / معذور افراد کو احساسِ کمتری / احساس محرومی سے نجات دلا کر انہیں دوسرے بینا / غیر معذور / نارمل افراد کی طرح معاشرہ میں نارمل اور باعزت زندگی میں لانا، دوسروں کے شانہ بشانہ چلانا اور اس احساس سے باہر نکالنا کہ اگر وہ نابینا / معذور نہ ہوتے تو ان کے ساتھ یہ محرومیاں نہ ہوتیں نیز ان کیلئے برابری کے موقع پیدا کرنا اور انہیں یہ احساس دلانا ہے کہ وہ نابینائی اور معذوری کے باوجود وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو کہ نارمل افراد اور اگر یہ بینا بھی ہوتے تو بھی یہی کرتے اور کر سکتے بلکہ بینا لوگوں سے بھی آگے ہیں مگر آئیندہ کی تمام تر تفصیلات سے معلوم ہو جائے گا کہ موصوف وغیرہ نے اس نظریہ کی خوب خوب دھجیاں اڑائیں جناب والا ہمارا نعرہ ہے کہ "معذوری مجبوری نہیں / اپنی معذوری کو مجبوری نہ بنائیں" مگر موصوف حال اس کے بالکل برعکس ہے۔

آپ یقیناً میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ایک سرکاری ملازم حکومتی نمائندہ ہوتا ہے اور حکومتی مشینری کا ایک نہایت اہم جزو ہوتا ہے حکومت کسی خاص حکمران یا فردِ واحد کا نام نہیں نہ ہی کسی خاص عہدے یا کسی واحد ادارے کا نام ہے بلکہ یہ تمام سرکاری ادارہ جات کے مجموعہ کا نام ہے جن سے مل کر وہ تنظیم یا جماعت وجود میں آتی ہے جسے حکومت کہا جاتا ہے اور یہ تمام افراد اور ادارے گویا حکومتی اعضاء کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے کسی ایک ادارہ یا فرد کی کوئی بھی بات یا پالیسی پر عمل درآمد یا اسکا نفاذ اپنی اپنی حدود اور دائرہ میں رہ کر کرنا ہوتا ہے اگر وہ اسکے برعکس چلیں تو یہ ایک المیہ ہے اور اس سے بحران اور حکومتی کام میں تعطل پیدا ہو جاتا اور کارِ سرکار میں خلل واقع ہوتا حکومتی پالیسیاں اور قوانین یقیناً اچھے مقاصد کیلئے ہوتے ہیں مگر سرکاری لوگ انہیں بدتر بنا دیتے ہیں اور حکومتی پالیسی معذور افراد کے حوالے سے من سائل اوپر بیان کر آیا ہوں۔ مگر موصوف جیسے لوگوں کی وجہ سے ہماری حوصلہ افزائی کے بجائے مزید حوصلہ شکنی ہو رہی ہے ہماری بہتری کے بجائے مزید بدتری اور ابتری ہو رہی ہے، ہم دوسرے افراد کے مساوی / شانہ بشانہ چلنے کی بجائے پیچھے جا رہے ہیں۔ ہم نارمل زندگی کے بجائے مزید خلاف معمول اور گھٹیا اور بدترین زندگی کی طرف گامزن ہیں جس کے سدِ باب کے لئے ایسے لوگوں سے ہمارے فلاحی ادارہ جات کو پاک کرنا نہایت ضروری ہے۔

آپ یقیناً میری اس بات سے بھی اتفاق کریں گی کہ جناب صدرِ مملکت، وزیر اعظم صاحب، گورنرز، وزراء اعلیٰ یا

GOVERNOR'S COMPLAINT CELL
Governor House Khyber Pakhtunkhwa Peshawar

Ph: 091-9211200

No. SO (Complaint)/Gov: Sectt/1-9/Deptt: Secy:/2021/Vol-I/5986-87
Dated: 07/10/2021

To

The Secretary to Govt: of Khyber Pakhtunkhwa,
Zakat, Ushr, Social Welfare, Special Education & Women
Empowerment Department, Khyber Pakhtunkhwa

Subject: - **APPLICATION FOR REDRESSAL OF GRIEVANCES.**

Dear Sir,

Enclosed herewith an application dated 27-09-2021 received from Mr. Muhammad Sajjad S/o Muhammad Riaz, Cane Worker (BPS-7) O/o the Superintendent, Govt: Institute for the Blind, Abbottabad R/o Mohalla Awan-abad, Jhangi Saydian, District Abbottabad Contact No. 0313-5925351 on the subject which is self-explanatory.

2. In this regard, I am directed to request that the application/ complaint may kindly be examined and necessary action under the prevailing rules/policy may be taken under intimation to this secretariat latest by **20th October, 2021** for perusal of the Competent Authority.

3. Being Governor's Complaint Cell matter, it may kindly be kept on priority to meet the public expectation on merit.

Yours faithfully

Encls: as above:

(INCHARGE)
Governor's Complaint Cell

Endst No. & Date Even:
Copy forwarded to:

1. PSO to Chief Secretary, Khyber Pakhtunkhwa.
2. PS to Governor, Governor House Peshawar.
3. PS to Principal Secretary to Governor, Governor Secretariat, Peshawar.
4. Mr. Muhammad Sajjad S/o Muhammad Riaz Cane Worker (BPS-7) R/o Mohalla Awan-abad, Jhangi Saydian, District Abbottabad Contact No. 0313-5925351for information.
5. Office record file.

(INCHARGE)
Governor's Complaint Cell

GOVERNMENT OF KHYBER PAKHTUNKHWA
DIRECTORATE OF SOCIAL WELFARE, SPECIAL EDUCATION
AND WOMEN EMPOWERMENT OPP: ISLAMIA COLLAGE
JUMROOD ROAD PESHAWAR

Date Peshawar the 10/09/2021

ORDER:

NO.E-16/378/Vol-II/857-60 **Whereas** Mr. Muhammad Sajjad Cane Worker (BS-07), Government Institute for the Blind, Abbottabad (hereinafter referred to as accused) was served with charge sheet under Rule-3 of the Khyber Pakhtunkhwa Government Servants (Efficiency & Discipline) Rules, 2011 for the acts / omissions as given in the statement of allegations.

And whereas, an Inquiry Officer namely, Mr. Shoaib Khan, District Officer Social Welfare Charsadda was appointed to investigate into the charges.

And whereas the Inquiry Officer submitted its report stating therein that accused is guilty of mis-conduct.

And whereas the competent authority (Director, Social Welfare, Special Education & Women Empowerment Khyber Pakhtunkhwa) while exercising powers conferred under Rule-14 (4) of the Khyber Pakhtunkhwa Government Servants (Efficiency & Discipline) Rules, 2011 served the accused with a show cause notice bearing No. E-16/378/DSW/Vol-II/1522-25 dated 31.03.2021, convening therein award of tentative penalty of Dismissal from Service as provided in Rule-4 (1) (b) (iv) of Khyber Pakhtunkhwa (Efficiency & Discipline) Rule, 2011.

And whereas, the accused submitted reply in writing to the show cause notice on 17.04.2021 whereas the accused did not desired to be heard in person.

And whereas to ensure justice and give opportunity of personal hearing, he was called to attend office of the competent authority vide letter dated 29.06.2021 but the accused did not bother to do so.

Therefore the Director Social Welfare Khyber Pakhtunkhwa (competent authority) in exercise of powers conferred upon him under Rule-14 (5) (ii) of Khyber Pakhtunkhwa Government Servant (Efficiency & Discipline) Rules, 2011 is pleased to award major penalty of dismissal from service as provide in Rule-4 (b) (iv) of Rules ibid with immediate effect

Director
Social Welfare, Special Education and
Women Empowerment Khyber Pakhtunkhwa

Endst: No. & date even

Copy to:

1. The District Accounts Officer Abbottabad
2. The District Officer Social Welfare Abbottabad
3. The Superintendent Govt. Institute for the Blind, Abbottabad
4. Mr. Muhammad Sajjad, Ex-Cane Worker, Government Institute for the Blind, Abbottabad (Resident of Mohallah Awan Abad Jhangi Syedan Abbottabad).

Director
Social Welfare, Special Education and
Women Empowerment Khyber Pakhtunkhwa

Gmail

Mohammad Sajjad <iqsajjad2012@gmail.com>

Some Information Required on Citizen Portal Complaint | سٹیزن پورٹل شکایات سے متعلق کچھ معلومات درکار ہیں
1 message

Pakistan Citizen Portal <support.pmdu@pmo.gov.pk>
To: iqsajjad2012@gmail.com

Fri, Oct 8, 2021 at 9:48 AM

Respected Citizen! / محترم شہری

Following Officer (**RPO, Hazara**) made some process on your complaint code (**IS010921-88990089**). Please see the remarks.

Remarks:

Dear Citizen, we have received your complaint/suggestion which is incomplete. You are requested to kindly explain your complaint with complete information (attach all relevant documents/evidence/photos/ videos/name of department etc) in 48 hours for further necessary action. Failing which your complaint will automatically be closed/resolved. Thank you for your valuable comments/suggestions. پیارے شہری ، ہمیں آپ کی شکایت/ تجویز موصول ہوئی ہے جو نامکمل ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ مزید ضروری کارروائی کے لیے 48 گھنٹوں میں مکمل معلومات (تمام متعلقہ دستاویزات / ثبوت / تصاویر / ویڈیوز / محکمہ کا نام وغیرہ) کے ساتھ اپنی شکایت کی وضاحت کریں۔ بصورت دیگر آپ کی شکایت خود بخود بند/ حل ہوجائے گی۔ آپ کے قیمتی تبصروں/ مشوروں کے لئے آپ کا شکریہ۔

Email: *support.pmdu@pmo.gov.pk*
Pakistan Citizen Portal
PMDU|PMO|Islamabad, Pakistan

≡ Gmail   Search mail

Compose

Inbox 54
Starred
Snoozed
Important
Sent
Drafts 22
Categories

Meet
New meeting
Join a meeting

Hangouts
Mohammad +

| Your Citizen Portal complaint has been reg
آپ کی سٹیزن پورٹل کی شکایت درج کردی گئی ہے   Inb

Pakistan Citizen Portal   Sun, Oct 31,
KP220221-88026935). Your complai) باخبر رہنے کے لئے آپ کا شکایت کا کوڈ ہے

Mohammad Sajjad <iqsajjad2012@gmail.com>   7:03 AM (3
to Pakistan

Janab, mera PCP account he muattal hai to main tafsilat say bakhabar kai:

On Sun, Oct 31, 2021, 11:22 PM Pakistan Citizen Portal <support.pmdu@
>
> Respected Citizen! / محترم شہری
>
>
> پاکستان سٹیزن پورٹل میں درج ہے۔ تفصیلات سے باخبر رہنے کے لئے آپ کا شکایت کا کوڈ ہے
> (KP220221-88026935).
>
> Your complaint is registered at Pakistan Citizen Portal. For tracking detai
(KP220221-88026935).
>
>

Gmail

Mohammad Sajjad <iqsajjad2012@gmail.com>

Your Citizen Portal Complaint is Resolved | آپ کے سٹیزن پورٹل کی شکایت حل ہوگئی ہے

1 message

Pakistan Citizen Portal <support.pmdu@pmo.gov.pk> Wed, Sep 1, 2021 at 10:09 PM
To: iqsajjad2012@gmail.com

Respected Citizen! / محترم شہری

Following Officer (**DPO, Abbottabad**) closed your complaint code (**KP040821-88839296**) with following status (**Relief cannot be Granted**). Please see the remarks.

Officer Remarks:

Dear Citizen, Your complaint has been sent to SDPO Cantt, who reported that you given amount to unknown person for contracting marry but no any deed was written, so contact to relevant Court for getting of rights. Thanks

Email: ***support.pmdu@pmo.gov.pk***
Pakistan Citizen Portal
PMDU|PMO|Islamabad, Pakistan

GS&PD.KP-2557/3-RST-5000 Forms-09.07.2018/P4(Z)/F/PHC Jos/Form A&B Ser. Tribunal

"A"

KHYBER PAKHTUNKHWA SERVICE TRIBUNAL, PESHAWAR.

JUDICIAL COMPLEX (OLD), KHYBER ROAD, PESHAWAR.

No. E.P. No. 106/20 ST

APPEAL No.. of 20

Muhammad Sajjad

Apellant/Petitioner

Versus

Through Secy: S.W. S. Edu: Pesh:

RESPONDENT(S)

Notice to ~~Appellant~~/Petitioner Muhammad Sajjad S/o Muhammad Riaz caste Awan R/o Mohallah Awanabad Thangi Syedian Abbottabad

Take notice that your appeal has been fixed for Preliminary hearing, replication, affidavit/counter affidavit/record/arguments/order before this Tribunal on 16/11/2021 at 9.00 AM

You may, therefore, appear before the Tribunal on the said date and at the said place either personally or through an advocate for presentation of your case, failing which your appeal shall be liable to be dismissed in default.

at Camp Court A.Abad

Registrar,
Khyber Pakhtunkhwa Service Tribunal,
Peshawar.

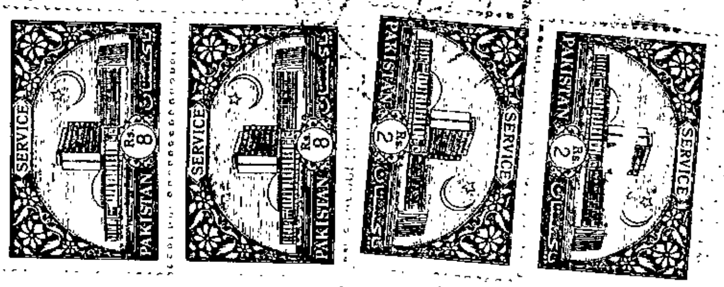

بخدمت جناب گورنر صاحب کے پی کے پشاور

عنوان درخواست: درخواست برائے حتمی قانونی کاروائی۔

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ آپ کی جانب سے نوازش نامہ لیٹر نمبری SO(Complaint)/Gov:Sectt/1-9-Deptt:Secy:/2020/Vol-I/5986-89 موصول ہوا جس پر سائل آپ کا تہ دل سے شکر گزار اور آپ کے لئے پُر خلوص دعا گو ہے۔

☆ لیٹر بالا سائل کی اُن درخواستوں/شکایات کے سلسلہ کی کڑی ہے جو کہ محکمہ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم حکومت خیبر پختونخواہ بلخصوص ادارہ گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ برائے نابینا ایبٹ آباد کے حوالے سے جو سائل کے مختلف گریونسز کے حوالے سے سائل نے مختلف فورمز پر جو درخواستیں دیں جن میں سائل کے ذاتی مسائل بھی شامل ہیں اور اجتماعی مسائل اور مختلف بدعنوانیوں اور لاقانونیتوں کے حوالے سے جو سائل نے ٹھوس ثبوت اور ناقابل تردید حقائق اپنے معقول دلائل کی بناء پر پیش کیے جنہیں جھٹلانا ممکن نہیں اور محکمہ کے پاس کیونکہ سائل کے اعتراضات والزامات/شکایات کا کوئی جواب نہیں ہوتا لہذا یہ لوگ سنگین الزام تراشی کے ذریعے سائل کو شدید بدنام کرنے کی مہم میں سرتوڑ کوشاں اور بھرپور انداز سے مصروفِ کار ہیں۔

☆ یہ کہ جیسا کہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ سائل کے مخالفین و حاسدین شروع ہی سے من سائل کے ادارہ میں داخلہ اور وجود خصوصاً میری ملازمت کے خواہاں نہ تھے لہذا اول روز سے ہی یہ لوگ سائل کو اپنے لئے خطرہ جان کر میری خداداد صلاحیتوں اور قلمی ولسانی جہاد سے خائف ہو کر شروع دن سے ہی میرے خلاف انتہائی مذموم پراپیگنڈا میں مصروفِ عمل رہے ہیں جو اِن کی سب سے اہم اور پہلے ترجیح رہی ہے۔ یہ لوگ اپنے سارے کام چھوڑ کر سر جوڑ کر ہمیشہ ایسی ناپاک اور مذموم سازشیں کرتے رہے ہیں جو کہ پہلے سائل کے خلاف یہ پراپیگنڈا کر رہے تھے کہ سائل کا کردار شروع دن سے ہی اچھا نہ تھا بدیں وجہ ہم نے اِسکی بھرتی کی بھی مخالفت کی تھی کہ اِس کی وجہ سے مبادہ کہیں ہمیں ناقابل تلافی نقصان نہ پہنچ جائے مگر دورانِ انکوائری اور دوران مقدمہ یہ لوگ اپنے بیانات تبدیل کرتے رہے اور میں اپنے اُستادِ محترم و سابق PTI ادارہ ہذا خالد محمود صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے دورانِ انکوائری اعتراف کیا کہ من سائل بد کردار نہیں ہوں اور اُنہوں نے کہا کہ ملازمت میں آنے کے بعد اچانک اِس کے رویہ میں تبدیلی پیدا ہوئی اور اِس نے مختلف فورمز پر ادارہ کے حوالے سے درخواستیں دینا شروع کر دیں۔ جناب والا دراصل یہ بظاہر اچانک نظر آنے والی تبدیلی اُس لاوے کا پھٹنا تھا جو برسوں سے میرے اندر پک رہا تھا لیکن بدقسمتی سے مجھے مظلوم کو ہی ہمیشہ غلط قرار دیا جاتا ہے اور اِس مثبت تبدیلی اور انصاف کی دعویدار حکومت میں بھی سوائے آپ کے کوئی بھی اللہ کے سوا میرے لئے حوصلہ افزائی اور اچھی اُمید کا باعث نہیں بنا لیکن افسوس ناک طور پر من سائل یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ کی طرف سے بھی جو خطوط اب تک ارسال کیے گئے اُن میں بھی سوائے مجھے میٹھی گولی کے اور کچھ حاصل تا حال نہیں ہو رہا۔ عام طور پر جب کوئی اتھارٹی کوئی کام نہ بھی کرنا چاہے یا محض کاغذی خانہ پوری کے طور پر صرف خط لکھنے پر اکتفا کرتے ہوئے مسئلہ حل نہ کرے تو بھی "As per rule/ as per Law" لکھ دیا جاتا ہے کیونکہ ہر اتھارٹی یہی کہتی ہے کہ وہ ہر کام قانون کے مطابق کرتی ہے۔ نیز "Take necessary

"action /for neccessary action" وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے بصد شکریہ اپنے آخری خط میں 20 اکتوبر تک سکرٹری صاحب محکمہ زکوۃ ،عشر سماجی بہبود، خصوصی تعلیم و ترقی خواتین کو قانون کے مطابق کاروائی کرنے کا حکم دیا تو قانون کے مطابق کیا کاروائی ہوئی۔ آپ کی جانب سے بارہاں احکامات کے باوجود مجھے اصل حقائق سے مطلع نہیں کیا جا رہا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بالکل بھی کوئی جواب نہیں دیا جا رہا بلکہ حسب سابق مجھے آپ ہی سے رجوع کرنا پڑھ رہا ہے جو کہ اللہ کرے کے یہ میری آپ کو آخری درخواست ہو۔

☆ یہ کہ حسب سابق مجھے اس مرتبہ پھر محکمانہ اپیل کا جواب دینے اور میری برطرفی کے خلاف محکمانہ اپیل کا فیصلہ نہ کرنے اان کا ایک بار پھر ارادہ ہے۔ تا کہ معاملہ دوبارہ عدالت میں جائے اور جو غلطیاں انہوں نے پہلے کیں وہی پھر دہرائی جارہی ہیں جیسا کہ میں آپ حضور سے رجوع کر کے عرض کی کہ یہ لوگ میری حق گوئی اور راست بازی کے ردعمل میں مجھے سیاسی و انتقامی اور امتیازی کاروائیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں اور میرے ساتھ امتیازی سلوک کیا جارہا ہے جو کہ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکلز 25 اور 26 کی بھی خلاف ورزی ہے جو کہ تمام تر قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد سائل عدالت عالیہ میں حکومت کے خلاف رٹ فائل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ نیز آئین و قانون جو مجھے آزادی اظہارِ رائے کا حق و اختیار دیتے ہیں اسے بھی سلب کیا جارہا ہے اور میری برطرفی وغیرہ ک شکل میں انہی باتوں کی مجھے سزا دی جارہی ہے۔

☆ جناب والا! اگر قانون کے مطابق ایکشن ہوتو جیسا کہ میں نے جس درخواست کی نقل آپ کو ارسال کی تھی بلکہ پورا کیس بنا کر بھیجا تھا جو کہ مجھے محکمہ کی جانب سے بدنیتی پر مبنی جاری شدہ چارج شیٹ، انکوائری، نوٹیفیکیشن، اظہارِ وجوہ نوٹس اور برطرفی کے احکام وغیرہ کی نقول اور ان کا میری طرف سے بھرپور اور مؤثر جواب میں نے آپ کو ارسال کیا تھا اور جیسا کے پہلے یہ لوگ کہتے تھے کے میرے حق میں کوئی بھی گواہی دینے کو تیار نہیں تو میرے لاکھ اصرار کے باوجود بدنیت و متعصب انکوائری افسر وغیرہ کے خلاف میرے گواہان سے گواہی کیوں نہیں لی جارہی۔ جب یہ سارا عمل ہی غیر قانونی ہے تو اس کی بنیاد پر مجھے برطرف کرنے کا کیا جواز ہے؟ لہذا میرے اپیل منظور کر کے درست انکوائری کا حکم کیوں نہیں دیا جاتا؟

☆ جیسا کے میرے سابقہ سروس اپیل یعنی اپیل نمبر 219/17 میں عدالت حضور نے قرار دیا تھا کے میرے show cause نوٹس پر غیر مجاز اتھارٹی یعنی ڈائریکٹر کے بجائے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے دستخط موجود ہیں۔ اس مرتبہ بھی یہی کام کیا گیا جس بناء پر میری برطرفی کی بنیاد ہی غیر قانونی ہے مگر ڈائریکٹوریٹ والے میری کوئی بھی بات سُننے کو تیار نہیں جس بناء پر میں نے ابتدائی طور پر پرسنل ہیرنگ سے بھی معذرت کی تھی کے یہ لوگ بطور ایک فارمیلٹی میری برطرفی کے لیے ایک اور قانونی تقاضہ بھی پورا کر کے کہیں گے کہ ہم نے اِسے آخری موقع بھی دیا تھا لیکن یہ اپنے دفاع میں ناکام رہا اور میری درخواست کے باوجود نہ تو یہ لوگ حلفاً درست کاروائی کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی CCTV کیمروں کی موجودگی میں کاروائی کو ریکارڈ کرتے ہیں بلکہ ہمیشہ غلط رویہ اختیار کرتے ہیں مگر ریکارڈ پر خود کو ہمیشہ معصوم ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

بہر حال پرسنل ہیرنگ کے لئے مورخہ 05-07-2021 کو مجھے طلب کیا گیا تھا جو ان کی ہدایت کے مطابق میں اپنے بینا ذمہ دار بھائی کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا اگر چہ اس پر مجھے تحفظات تھے لیکن شام تک بٹھانے کے باوجود ہمیں ڈائریکٹر کے روبرو سرے سے پیش ہونے کا موقع ہی نہ دیا گیا اور نہ ہی میرے جملہ اعتراضات دور کیے گئے اور اب ان کی جانب سے اُلٹا مجھ پر یہ الزام عائد کیا جارہا ہے کہ میں نے پرسنل ہیرنگ کی زحمت ہی سرے سے گوارا نہ کی۔ حالانکہ اُصول یہ

ہے کہ جو کوئی جو بات کہتا ہے اُسے ثابت کرنا اُس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ چنانچہ میرے جس لیٹر کو بنیاد بنا کر یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے پرسنل ہیرنگ سے خود ہی انکار کر دیا تھا اِن کو چاہیے کہ یہ وہ لیٹر پیش کریں۔

بہر حال اب محکمانہ اپیل میں بھی مجھے شخصی سماعت کا موقع حسب سابق نہیں دیا جا رہا حالانکہ اگر میں بدنیت ہوتا یا محض تکنیکی انصاف (Technical Justice) کا سہارا لے رہا ہوتا یا تاخیری حربے استعمال کر رہا ہوتا تو اِس طرح کی غلطیوں سے آگاہ ہی نہ کرتا بلکہ عدالت میں اِن ہی نکات کی بناء پہ ان ہی غلطیوں کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ریلیف حاصل کرتا مگر میں تو چاہتا ہوں کہ یہ لوگ حقائق پر آئیں مگر بدقسمتی سے مجھے اپنے مخالفین پر دورانِ انکوائری کما حق ہو جرح کا موقع نہ دیا گیا کہ یہ جان بوجھ کر تاخیری حربے اختیار کر رہا ہے۔

☆ یہ کہ من سائل اپنے سابقہ ہم جماعت اور کولیگ تجمل حسین دانش صاحب کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ مجھے جتنا جرح کا موقع ملا تو تجمل صاحب نے یہ اعتراف کیا کہ من سائل تمام ہم جماعتوں میں سب سے زیادہ ذہین اور اچھے کردار کا حامل ایک مذہبی شخص تھا اور جیسا کہ یہ لوگ کہتے آئے ہیں کہ نابینا افراد کے اجتماعی معاملات اور اجتماعی فورمز پر یہ لوگ من سائل کی بے وقوفیوں کی وجہ سے مجھے نمائندگی دینے سے قاصر ہیں تو تجمل صاحب نے اِس کی بھی نفی کی۔ مگر حسب سابق ان بیانات کو چھپایا جا رہا ہے اور انہیں بار ہاں درخواست کے باوجود من سائل کو بصورت نقول نہیں دیا جا رہا اور ایک بار پھر سائل کو بیانات کی نقول فراہم نہیں کی جا رہی بلکہ عدالتی فیصلہ پر صرف بظاہر تھوڑا سا عمل درآمد کرتے ہوئے آمنے سامنے بٹھا کر بیانات تھوڑے بہت قلم بند کیے گئے جو کہ پچھلی مرتبہ بالکل بھی نہیں کیے گئے تھے۔ انکوائری افسر تو مجھے جرح کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا بلکہ صرف مجھے سامنے بٹھا کر اپنی مرضی کے بیانات قلم بند کرنے ہی کو "Personal Hearing" قرار دے رہا تھا جب کہ میں نے اُسے سمجھایا کہ پرسنل ہیرنگ سے مراد یہ ہے کہ اِس انکوائری کے بعد جو مجھے حسب ضابطہ وقفے وقفے سے عدم اطمینان کی صورت میں تین اظہار وجوہ نوٹسز ملیں گے اور اُن کے بعد جو ڈائریکٹوریٹ سے مجھے فیس ٹو فیس بات کرنے کا موقع دینے کے لئے بلاوا آئے گا اور جو میری برطرفی کی صورت میں سیکرٹریٹ میں میری محکمانہ اپیل کے نتیجہ میں مجھے ذاتی سماعت کے لئے طلب کیا جائے گا وہ پرسنل ہیرنگ ہوگی۔

☆ جناب والا! اگر قانون کے مطابق کاروائی ہوئی ہوتی تو جیسا کہ میں نے اِن لوگوں کے خلاف اتنے ٹھوس شواہد پیش کر دیے ہیں کہ اب تک اِن لوگوں کو معطل کر کے اِن کے خلاف صحیح انکوائری کا حکم دے دیا گیا ہوتا اور شخصی سماعت کے لئے بھی میری مذکورہ بالا شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ لوگ کسی قسم کی غلط بیانی اور حقائق کو چھپانے کی مذموم کوشش نہ کر سکیں۔

☆ یہ کہ جیسا کہ انہوں نے من سائل کے خلاف یہ موقف اختیار کیا کہ اِس نے کریم نامی اپنے ایک نابینا دوست سے ادارہ کے واٹر کولر میں زہر ملانے کے لئے زہریلی دوا مانگی۔ جیسا کہ سیشن عدالت نے بھی ان کی یہ غلطی نمایاں کی تھی کہ کلیم نامی اُس شخص کا بیان ہی سرے سے کہیں بھی قلم بند نہیں ہوا اگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ سروس ٹریبونل چونکہ ہائی کورٹ کے برابر عدالت ہوتی ہے جس نے سیشن کورٹ کا من سائل کی بریت کا فیصلہ کالعدم یا غیر موثر کر دیا تھا تو ٹریبونل نے انہیں موقع دیا کہ یہ لوگ اپنی سابقہ غلطیوں کو دور کرتے ہوئے اگر من سائل کے خلاف مضبوط کیس بنا سکتے ہیں تو بنالیں مگر انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا اور حسب سابق محمد کریم ولد دوست محمد سکنہ ریہاڑ تحصیل و ضلع مانسرہ کا بیان قلم بند کیوں نہ کیا۔ ایسی صورت میں اگر سائل بری نہ ہوتا تو اور کیا ہو؟ میرے وکیل صاحب کے بقول اِن کا میری بریت کے خلاف کاروائی کرنا ہی غیر قانونی ہے۔

جیسا کہ مجھے اپنے وکلاء صاحبان سے بھی شدید شکایات ہیں اور اگر ٹی ٹی پی یا داعش جیسی کسی جماعت کی حکومت ہوتی تو

ہمیں بغیر وکیل کے بھی اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت ہوتی مگر بد قسمتی سے پاکستان کا انگریز کا چھوڑا ہوا فارسودہ عدالتی نظام بہت پیچیدہ ہے اور وکیل کے بغیر ہمیں عدالت میں جانے سے کئی پیچیدگیاں درپیش ہوتی ہیں۔ بہر حال اب وکیل صاحب میری توقعات کے برعکس مذکورہ زہر والے معاملہ کو عدالت میں سرے سے زیر بحث لانا ہی نہیں چاہتے جس پر من سائل مطمئن نہیں ہوں کیونکہ میرا مقصد صرف بری ہونا نہیں تھا بلکہ اِن لوگوں کو اس معاملہ میں قصوروار ٹھہرانا بھی تھا۔

جناب والا! من سائل کے اصرار کے باوجود میرا اور مذکورہ کلیم نامی شخص کا ٹیلیفونک ریکارڈ بھی منظرِ عام پر نہیں لایا جا رہا جس سے یہ بھی ثابت ہوتا کہ ادارہ کے واٹر کولر میں زہر ملانے کا ارادہ وہ رکھتا تھا اور وہ ادارہ کے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کا ارادہ بھی رکھتا تھا اور میرے بار بار منع کرن کے باوجود باز نہیں آ رہا تھا بلکہ مجھے زہر ملانے پر اُس نے اِس قدر اُکسایا اور مجبور کیا اور کہا کے میں نے زہر خرید لیا ہے اور میں کسی وقت بھی ادارہ کے پانی میں زہر ملا سکتا ہوں جسے اِس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے مجھے مجبوراً اُسے یہ کہنا پڑا کے میں نے اُس سے بہتر چیز خرید لی ہے اور میں خود کسی مناسب وقت میں اسے پانی میں ملا دوں گا اور میرا مقصد کسی کو مارنا یا نقصان پہنچانا نہیں بلکہ ادارہ کی بدانتظامی کو سامنے لانا ہے میرے بار بار اصرار کے باوجود کلیم کو بغیر تلاشی کے بار بار ادارہ میں آنے کا موقع دیا گیا جس کے مذموم ارادوں سے میں نے اِنہیں بارہاں مطلع کیا۔

آج جو سلوک میرے ساتھ کیا جا رہا ہے وہ کلیم کے ساتھ کیوں نہیں کیا جا رہا؟ کلیم جیسے جاہل شخص کو ویسے بدنام کیوں نہیں کیا جا رہا اور اُسے کیوں نہیں ویلن بنا کر پیش کیا جا رہا جیسے میرے جیسے پڑھے لکھے شخص کے ساتھ ہو رہا ہے؟ جسے دوسرے لوگ ایک مفکر اور حکیم کے طور پر پیش کرتے ہیں مگر یہ لوگ ایک مجرم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

جناب والا! ان لوگوں نے سازشِ مجرمانہ کے تحت من سائل کو اس مقدمہ میں بدنیتی کی بنا پر ملوث کیا جو کہ بطورِ ثبوت اِن کے اُن دنوں کے تمام ٹیلیفونک ریکارڈز قابل ملاحظہ ہیں جو اب یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں کہ انہیں اس واقع کا مطلق علم نہ تھا کہ یہ لوگ کوئی حفاظتی اقدامات کرتے بلکہ کلیم نے جب اِنہیں اس ممکنہ پیش آمدہ واقع کی خبر دی تو یہاں کے ایک اُستاد عبدالرشید صاحب نے شاہنوز نامی ورک شاپ اٹینڈنٹ کو بتایا اور من سائل پر نظر رکھنے کو کہا۔

پہلے یہ لوگ ظاہر کرتے تھے کہ یہ بات بہت مشہور ہو گئی تھی مگر جب یہ لوگ اپنی بات میں پھنسنے لگے کہ آپ نے پیشگی حفاظتی تدابیر کیوں نہ کیں اور انچارج ادارہ کو پیشگی اطلاع کیوں نہ دی؟ تو اب اِن لوگوں نے اپنا موقف بدل لیا اور کہتے ہیں کہ یہ بات صرف عبدالرشید صاحب اور مذکورہ شاہنواز کو ہی معلوم تھی اور ہمیں یہ یقین ہی نہ تھا کہ سجاد ایسا کام بھی کر سکتا ہے۔ مگر اِس بیان میں بھی یہ لوگ خود پھنستے ہیں کہ جرم کو پوشیدہ رکھنا بھی بذاتِ خود ایک جرم ہے اور اگر سجاد کا کردار پہلے ہی سے بقول اِن لوگوں کے بُرا تھا تو انہیں کیوں اس بات کا یقین نہ تھا کہ سجاد ایسا کام بھی کر سکتا ہے؟ نیز اگر اِن کے مئوقف کو تسلیم کر لیا جائے تو کیا اگر شاہنواز اچانک نمودار نہ ہوتا اور نام نہاد ویڈیو نہ بناتا تو خدانخواستہ سچ مُچ پانی میں زہر ملا کر کسی کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا؟

بہر حال عدالت نے اِنہیں پانچ سال موقع دیا اور جج کی شدید خواہش تھی کہ یہ لوگ ویڈیو پیش کر دیں لیکن یہ لوگ ایسا نہ کر سکے اور ہر بار جب من سائل کی بریت قریب ہوتی اور سائل اپنی بریت کی درخواست دیتا تو جج کو نہایت افسوس ہوتا کہ کاش یہ لوگ کسی طرح مذکور ویڈیو پیش کر دیں لیکن یہ لوگ مختلف حیلے بہانوں سے کام لیتے ظاہر ہے کہ قانون وعدالت تو ثبوب مانگے ہیں اور جب ثبوت نہ ہوں ت ملزمان بری ہی ہوا کرتے ہیں۔ مگر اب یہ لوگ کبھی عدالت پر بِکنے کا الزام لگاتے ہیں تو کبھی کہتے ہیں کہ عدالت نے صرف من سائل کو رحم کھا ک چھوڑا۔ جس مذموم پراپیگنڈا میں تنظیم "امپا ور پاک" کے سرکردہ رکن اور گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر 1 ایبٹ آباد محکمہ ہائر ایجوکیشن کے ملازم پروفیسر شمس الرحمان صاحب بھی

شامل ہو گئے ہیں کیوں کہ اب اُن کی بدعنوانیاں بھی من سائل کی جانب سے منظر عام پر لائی جانے لگی ہیں۔

☆ جناب والا! جیسا کہ پروفیسر صاحب اب یہ مئوقف بھی اختیار کرتے ہیں کہ من سائل کو اپنی کُرسیاں بننے کا کام نہیں آتا جس کے لئے یہ بھرتی ہوا تھا اور اِس کا بھی احتساب ہونا چاہیے کہ اِس نے آج تک کتنی کرسیاں بنی ہیں؟ میں اِس اقدام کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میں وہ واحد شخص ہوں جو اِس بات پر خوش نہیں ہوتا کہ ہم Cane Workers مفت کی تنخواہ لیتے ہیں اور برس ہا برس تک ادارہ میں کرسیاں بننے کا کام ہی نہیں آتا بلکہ من سائل وہ واحد شخص ہوں جس نے ادارہ میں CCTV کیمروں کی تنصیب کا بھی مطالبہ کیا جو جزوی طور پر پورا ہوا اور من سائل کا یہ مطالبہ ہے کہ CCTV کیمرہ جات ہماری ورک پلیسز مثلاً کمرہ ہائے جماعت، کیننگ ورکشاپ اور دفاتر کے علاوہ بچوں کے ہاسٹل میں بھی نصب کیے جائیں تا کہ نابینا بچوں کے ادارہ میں کوئی ناخوشگوار واقع بھی پیش نہ آ سکے اور ادارہ کی کارکردگی پر بھی بہتر طور پر چیک اینڈ بیلنس رکھا جا سکے لیکن بدقسمتی سے جو ادارہ میں تھوڑے بہت CCTV کیمرے موجود بھی ہیں تو میرے بار بار اصرار کے باوجود ادارہ میں ابھی تک من پسند کی حاضریاں لگ رہی ہیں اور CCTV کیمروں کی تنصیب کے روزِ اول سے تا حال حاضری رجسٹر اور CCTV کیمروں کے ریکارڈ کے تضاد کا تدارک نہیں کیا جا رہا۔

بہر حال پروفیسر شمس الرحمان صاحب جیسے لوگوں نے آج تک اپنے محکمہ میں کونسی ایمانداری کی مثال قائم کی؟ بلکہ اِن کے پرنسپل نے یہ چیلنج بھی قبول نہ کیا کہ آخر اِن کے ادارہ میں بھی تو CCTV کیمرے موجود ہونگے۔ ان کی روشنی میں بتایا جائے کہ اِن کے ڈیوٹی اوقات کیا ہیں اور اِن کی حاضری اور ادارہ سے جانے کے اوقات کیا ہیں؟ بلکہ ہمیشہ مسلسل یہی جھوٹ بولا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈیوٹیز صحیح طور پر انجام دے رہے ہیں۔

☆ جناب شمس الرحمان جیسے لوگوں کو من سائل کی کرپشن اُسی وقت کیوں یاد آتی ہے جب خود اُنہیں میری طرف سے چیلنج کیا جاتا ہے؟ اگر یہ لوگ اتنے ایماندار تھے تو پہلے کیوں نہیں بولے؟ بلکہ ان کی ایک شاگرد وکیل محترمہ سہرش حبیب صاحبہ کے بقول جب اُنہوں نے میرا مقدمہ لڑنے کے لئے پروفیسر شمس الرحمان صاحب سے میرے بارے میں جان کاری لی تو اُنہوں نے اُس وقت کہا کہ میں یہ مان ہی نہیں سکتا کہ سجاد ایسا کام کر سکتا ہے اول تو وہ کسی کو زہر دینے جیسا مذموم کام کر ہی نہیں سکتا اور اگر کرے بھی تو صرف اپنے دشمن کو تو زہر دے سکتا ہے مگر بچوں کو ہرگز نہیں! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ !Impossible۔ میرا یہ بیان حلفیہ ہے اور ان سے اور محترمہ سے بھی حلف لیا جائے۔

پروفیسر شمس صاحب نے سہرش حبیب صاحب سے کہا تھا کہ ادارہ میں جو بھی بدعنوانیاں اور فنڈز میں جو خورد بُرد کر کے نابیان افراد کی حق تلفی کی جاتی تھی سجاد اُس کے خلاف آواز اُٹھاتا تھا۔ بدیں وجہ اسے زہر جیسے مقدمات کا سامنا ہے۔

جناب والا! سہرش حبیب صاحبہ وہ واحد وکیل تھی جنہوں نے میرے کیس کو تمام وکلاء سے بہتر سمجھا اور میرے اِس بنیادی مسلہ پر بات کرنے کا فیصلہ کیا جو یہ تعاون کسی رشتہ دار وکیل نے بھی میرے ساتھ نہ کیا تھا لیکن سہرش صاحبہ نے میرے مقدمہ کیوں چھوڑا؟ یہ ایک طویل موضوع ہو جائے گا۔

☆ اب جب کہ شمس الرحمان صاحب کی اپنی بدعنوانیاں نمایاں طور پر سامنے آ رہی ہیں تو وہ مجھے میرے دشمن محکمہ کے مئوقف کی بناء پر بدنام کر رہے ہیں اور اپنے خلاف الزامات کا جواب دینے کے بجائے یہ لوگ حسب معمول من سائل پر کیچڑ اُچھال رہے ہیں۔

☆ جناب والا! اگر محکمہ سماجی بہبود خصوصی تعلیم بدنیتی اور تعصب کی بناء پر میرے خلاف اپنا یک طرفہ ریکارڈ پیش کر سکتا ہے تو یہ ریکارڈ پیش کیوں نہیں کرسکتا کہ پروفیسر صاحب دورانِ ملازمت تنظیم ''امپاور پاک'' کے علاوہ PAB (پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ) سے بھی غیر قانونی طور پر منسلک رہے ہیں اور میرے پاس اس بات کی بھی ریکارڈنگ موجود ہے کہ پروفیسرز صاحبان غیر قانونی طور پر ملک دشمن بھارتی ساختہ تنظیم ''امپاور پاک'' سے منسلک ہیں جس کا بانی سربراہ بابر شہزاد ایک دہریا اور سیکولر ولبرل خیالات کا حامل شخص ہے جو پاکستان میں اسلامائزیشن کی کڑی تنقیص کرتا ہے اور میرے پاس سردار محمد ایاز صاحب کی آواز میں وہ ریکارڈنگ بھی موجود ہے جس میں امپاور پاک کی سسٹر آرگنائزیشن Right To live کے سربراہ محمد بلال صاحب کی جانب سے ہوٹل میں ایک لڑکی لاکر عشق بازی کرنے کا بھی ذکر ہے اور یہ وہی آڈیو ہے جس کا ذکر میں نے آپ کو ایک سابقہ درخواست میں کر کے مطالبہ کیا تھا کہ تاریخ مذکورہ کی آڈیو کا ادارہ میں موجود CCTV کیمراہ کی ویڈیو سے بھی موازنہ کیا جائے اور میرے پاس اس چار گھنٹے آڈیو ریکارڈنگ میں بڑے بڑے انکشافات موجود ہیں۔

☆ مثلاً یہ کہ ریٹائرڈ/سابق کین سپروائزر ادارہ گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ فار دی بلائنڈ ایبٹ آباد جناب عبدالبصیر صاحب افغانی بی پی ایس 17 کا رشتہ دار مذکورہ بابر شہزاد جو کہ آج کل بیرونِ ملک مقیم ہے اور میرا شدید مخالف ہے جس کی بظاہر وجہ میری طرف سے مذکورہ افغان باشندہ کی قومیت کو چیلنج کرنا تھا جنہوں نے ذاتی طور پر بھی مجھے رنج پہنچایا تھا اور بابر شہزاد پروفیسر شمس الرحمان جیسے لوگ مجھے معذور افراد کے لئے کسی بھی پروگرام کا حصہ نہیں بننے دیتے جیسا کہ کامیاب جوان پروگرام کے تحت جو معذور افراد کے لئے کورس لانچ کیا گیا تھا اور مجھے بھی اپنی بے روزگاری ایک بار پھر اندیشہ تھا جو ایک بار پھر سچا ثابت ہوا بلکہ اُس وقت میری ملازمت بھی بحال نہ ہوئی تھی تو میں نے اِس کورس میں داخلہ کی درخواست دی جو مسترد کر دی گئی حالانکہ میرے مقابلہ میں جاہل اور نالائق طلباء کو کاغذی خانہ پوری کے لیئے داخلہ دے کر وقت اور وسائل کا ضیاع کیا گیا۔

بہر حال جیسا کہ میں نے مذکورہ افغان باشندہ کی قومیت کو ایف آئی اے میں چیلنج کیا تھا جس کے خلاف محکمہ کچھ بھی کرنے کو تیار نہ تھے اور نہ ہے اور اب مجھے محکمہ کی جانب سے اِس حوالے سے بھی شدید عتاب کا سامنا ہے اور مذکورہ بالا سردار ایاز صاحب کی سرکردگی میں میرے خلاف جو درخواست لکھی گئی تھی اُس میں بھی مجھ پر مذکورہ عبدالبصیر صاحب کو ایف آئی اے کے ذریعے بلیک میل کرنے کا الزام لگایا گیا مگر کافی عرصہ گزرنے کے بعد مذکورہ بالا آڈیو میں جب عبدالبصیر صاحب کی بات چھڑی تو سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ فار دی بلائنڈ ایبٹ آباد محترمہ شمشاد بیگم صاحبہ نے پوچھا کے ''بصیر صاحب کا پھر کیا ہوا تھا؟'' جس پر ایاز صاحب نے بتایا کے ''وہ باجی! یہ ہوا تھا کہ بابر شہزاد کا کوئی ایف آئی اے اسلام آباد میں ڈائریکٹر تھا اُس نے FIA کانسٹیبل پر دباؤ ڈالا اور یہ معاملہ ختم کر دیا گیا''۔ جناب والا! یہ لوگ ایک دوسرے کے بہت قریب اور ایک دوسرے سے بخوبی آشنا ہوتے ہیں۔ یقیناً یہ بات خود بابر شہزاد کی زبانی بھی ایاز صاحب کو پتہ چلی ہوگی اور میرا اور FIA کانسٹیبل غلام مصطفیٰ عرف ''جانی'' جو کہ FIA ایبٹ آباد میں کانسٹیبل تھے کا ٹیلیفونک ڈیٹا چیک کرنے سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ مذکورہ کانسٹیبل نے مجھ بتایا تھا کہ اُس افغانی کی اسلام آباد سے بھی سفارشیں آرہی ہیں اور مذکورہ کانسٹیبل بعد ازاں مذکورہ افغانی کے حق میں قدرِ نرم اور بے بس بھی دکھائی دے رہا تھا اور بلآخر اُس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں DSP اعجاز گوگا سے اِس بابت رجوع کروں مگر یہ کام نہ ہوسکا تھا۔

☆ جناب والا! جیسا کہ من سائل نے اپنی سابقہ درخواستوں میں المینار مرکز نابینا برائے بالغاں فیصل آباد کے PTCL نمبر 0341-2649137 اور من سائل کے سیل نمبر کے درمیان ہونے والے 2011 میں ایک رابطہ کا ذکر کیا تھا جس میں تنظیم PAB فیصل آباد اور ادارہ المینار کے سربراہ حاجی مسعود الرحمٰن صاحب سے ہونے والی گفتگو اور اِسی تنظیم سے منسلک

ایک اور سرکردہ رکن محمد افضل خلیق جس کا نمبر 0312-7747766 ہے۔ اور والدام کے سیل نمبر 0313-5944753 سے میری طرف سے رابطہ کا ریکارڈ ملاحظہ کیا جائے اور اِسے ملا کر دیکھا جائے تو یہ بات بخوبی آیاں ہوتی کہ مذکورہ افغان باشندہ کے جاننے والے اور اُس کے جعلی پاکستانی کاغذات بنانے والے لوگ ملک بھر میں موجود ہیں مگر یہ لوگ ایک دوسرے کے جرائم پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور جب اِن کے ضمیر کو جھنجھوڑا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کے کسی نابینا کا روزگار متاثر نہ ہو جب کہ دوسری طرف یہ لوگ بھکاری ذہنیت کی مذمت اور بے جا ہمدردی کی مخالفت کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں جب کہ خود بے جا ہمدردیاں لیتے اور دیتے ہیں اور اس کا الزام مجھ پر عائد کرتے ہیں۔

☆ پروفیسر شمس الرحمان جیسے لوگوں پر اگر بظاہر اُن کا ڈیپارٹمنٹ خوش اور مجھ پر میرا ڈیپارٹمنٹ ناخوش ہے تو یہ کوئی اچھبے اور طعنہ زنی کی بات نہیں اگر پروفیسر شمس جیسے لوگوں نے بھی ایماندارانہ اور دیانتدارانہ طور پر اپنے محکمہ کی کرپشن کے خلاف آواز اُٹھائی ہوتی تو آج انکا محکمہ بھی اِن کے خلاف ہوتا اور اگر میں نے اِس کے برعکس کیا ہوتا تو میرے بھی چہار دانگ عالم ڈھنکے بج رہے ہوتے۔

☆ جناب والا! پہلے تو محض کاغذی خانہ پوری کے لئے میرے خلاف جھوٹی بلکہ نام نہاد محکمانہ انکوائریز کی جاتی جن میں کہا جاتا کہ ادارہ / محکمہ ہذا میں کوئی لاقانونیت، بدعنوانی اور کسی قسم کا کوئی انتظامی مسئلہ نہیں مگر چونکہ اِس مرتبہ عادل خان صاحب جیسے افسران کو سردار محمد ایاز صاحب سے کچھ ذاتی بغض وعناد بھی تھا اور انکوائری افسر شعیب خان ان کا زیر اثر تھا نیز میرا راستہ بھی روکنا تھا لہذا دوران انکوائری سپرنٹنڈنٹ عادل خان صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے مجھے کہا کہ اگر آپ کہتے ہیں کہ آپ نابینا ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں تو آپ کی یہ رکنیت تو غیر قانونی ہے۔ آپ کو ممبر بنایا کس نے ہے۔ بغیر محکمانہ اجازت/NOC کے کوئی بھی سرکاری ملازم قانوناً کسی NGO کا رکن نہیں بن سکتا اور ایاز تو خود غیر قانونی رکن ہے وہ آپ کو کیسے تنظیم کی رکنیت دے سکتا ہے؟ جس پر میں نے پوچھا کے آپ لوگ تو ایاز صاحب کو مقدس گائے کا درجہ دیتے ہیں اور اُن کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھتے بلکہ اُن کے ہر عمل کی توجیح پیش کرتے ہیں تو کیا اِس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوگا؟ کیا اِس مرتبہ بھی آپ ایاز صاحب کی رکنیت کو تو جائز اور میری رکنیت کو ناجائز قرار دیں گے۔؟ تو اُنہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ چنانچہ اِس مرتبہ مجھے اتنا ریلیف ضرور ملا کہ کم از کم سردار ایاز صاحب کے اِس عمل کو یعنی اُن کی تنظیمی رکنیت کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا مگر اِس سب کے باوجود میرے خلاف سابقہ غلط انکوائریز کا سہارہ لیا جا رہا ہے اور ریاض الحق ثانی جیسے افسران کو پھر معصوم بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اور میرے وکیل صاحب جناب ارشد خان تنولی صاحب بھی کہتے ہیں کہ ایاز کے معاملہ کا آپ کی انکوائری سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ بڑا گہرا تعلق ہے اور تعلق نہیں بھی۔

☆ بہرحال سردار ایاز صاحب کے دیگر جرائم کو چھوڑ کر صرف ایک چھوٹا سا مسئلہ اِن کے خلاف بنایا گیا اور اِس کا اب وہ یہ کہہ کر جواز پیش کرتے ہیں کہ پاکستان میں بلکہ خود ادارہ ہذا میں اور بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو سرکاری ملازم ہوتے ہوئے تنظیمی ارکان بلکہ عہدیدار بھی رہے مثلاً جناب علی زمان صاحب، عبدالرشید صاحب اور ادارہ کے سابق معلم جناب اصرار شاہ صاحب وغیرہ۔ اِن کے خلاف کونسا ایکشن ہوا؟

جناب والا! دہرانے انکوائری یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ جب عبدالرشید صاحب تنظیم PAB ایبٹ آباد کے صدر تھے تو میری درخواستیں ایاز صاحب کے خلاف انہیں بھی آتی رہی لیکن انہوں نے کوئی ایکشن نہیں لیا جس پر عبدالرشید صاحب نے اپنی خفت مٹانے کے لئے اِن آن ریکارڈ درخواستوں کو بھی حلفاً جھٹلا دیا اور جھوٹ بولتے ہوئے اِن سے لاعلمی کا اظہار کیا لیکن PAB کی رکنیت وصدارت سے انکار ہرگز نہ کیا اور ریکارڈ کی روشنی میں ان لوگوں کی رکنیت اور عہدوں کو جھٹلایا جا بھی نہیں سکتا۔ سوال یہ ہے کہ صرف سردار ایاز ہی ٹارگٹ کیوں؟ کیا اِن حقائق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ایک ٹارگٹڈ انکوائری تھی؟ ورنہ سردار ایاز سے میرے کوئی رشتہ داری نہیں بلکہ ہمارے درمیان تو باہم رقابت موجود ہے اور میرے خلاف جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہوا وہ سردار ایاز صاحب کی ایماء پر ہی ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ اب بعض اُمور میں اِن کے بھی بعض افسران سے اختلافات پیدا ہو چکے ہیں۔

☆ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں موجود سروس قوانین کے مطابق کوئی بھی سرکاری ملازم خصوصاً NGO بنا کر ڈونیشن اکٹھی نہیں کر سکتا اور اِس قانون کا اطلاق پروفیسر شمس جیسے لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو کہ سب کے سب اس قانونی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں مگر انہیں بچانے کے لئے یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمیں صرف ان کی ڈیوٹی سے غرض ہے باقی یہ جو چاہیں کریں ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے اپنی سابقہ معروضات میں مفصل عرض کیا تھا کہ یہ لوگ NGOs بنا کر افسران سے زیادہ طاقت ور ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کوئی ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی نہیں کر سکتا جیسا کے خلفائے راشدین بالخصوص فاروقِ اعظم سیدنا عمر بن خطابؓ اپنے اچھے سے اچھے عمال کا بھی تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد تبادلہ کرتے رہتے کہ کہیں یہ لوگ یہاں رہ کر اپنا اثر ورسوخ قائم نہ کرلیں اور یہی صورت حال اِن لوگوں کی بھی ہے جو کافی عرصہ سے بلکہ اپنی بھرتی سے تاحال کہیں تبدیل ہی نہ کیے گئے اور پروفیسر شمس صاحب کا پرنسپل اس بات سے لاجواب ہو کر صرف اتنا کہتا ہے کہ میں تو بعد میں آیا تھا اور یہ لوگ مجھ سے پہلے یہاں کام کر رہے ہیں اور ٹرانسفر پوسٹنگ میرے اختیار میں نہیں یہ ڈائریکٹوریٹ آف ہائر ایجوکیشن کا کام ہے لیکن پاکستان سٹیزنز پورٹل سے بھی شکایات فارورڈ ہو کر بھی شکایات پرنسپل صاحب کے پاس آتیں اور ایسے فضول جواب پر بھی شکایات بند کر کے "Relief Cannot be granted" لکھ کر شکایات بند کر دی جاتیں اور ڈائریکٹوریٹ اپنا اختیار استعمال نہ کرتا۔

☆ جناب والا! جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ "یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ دیکھو کے کیا کہہ رہا ہے؟"۔ مگر ان لوگوں کا دفاع ہمیشہ یہی کیوں ہوتا ہے کہ ہمارے خلاف شکایت کنندہ سجاد ہے یا الطاف حسین ہے سجاد ایم کیو ایم سے بھی بڑا دہشتگرد ہے، سجاد گالیاں دیتا ہے، دنیا کے سارے قبرستان سجاد نے ہی لاشوں سے بھرے ہیں۔ آپ کے خلاف شکایت کنندہ کوئی بھی ہو آپ ہمیشہ یہ کوشش کیوں کرتے ہیں کہ اس کی بات کو بالکل سُنا ہی نہ جائے بجائے اپنے خلاف الزامات کا جواب دینے کے۔

میرا پروفیسر شمس الرحمان صاحب جیسے لوگوں سے یہ سوال ہے کہ آپ اچھے کاموں کی آڑ لے کر اپنی لاقانونیتوں کو تحفظ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سے کام حکومت نہیں کرتی بلکہ ہم اپنی مدد آپ کے تحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایبٹ آباد میں نابینا لڑکیوں کے ادارہ اور بریل پریس کے قیام وغیرہ۔ مگر جب یہی باتیں سجاد کرے تو پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ تم اپنے کام سے کام رکھو تمہاری نوکری لگی ہوئی ہے تم NGOS سے غرض؟

☆ یہ کہ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نابینا افراد کے لئے بریل کتب مہیا کرنے کا پروجکٹ شروع کیا ہوا ہے تو آپ یہ بتائیں کہ آپ کے ذرائع آمدن کیا ہیں؟ کیا آپ اتنے محدود ذرائع آمدن میں اتنا بڑا پروجکٹ چلا سکتے ہیں؟ اگر Donation پے چلتے ہیں خصوصاً غیرملکی امداد پے تو کیا قانون کسی سرکاری ملازم کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

☆ کیا قانونی کسی سرکاری ملازم کو بغیر پیشگی محکمانہ اجازت/NOC کے نجی کاروبار کی اجازت دیتا ہے خواہ وہ ڈیوٹی ٹائم کے علاوہ ہی کیونہ ہوا؟ اگر ایسا ہے تو حکومت نے سرکاری ڈاکٹرز کو بعداز ڈیوٹی پرائیوٹ Practice سے اور سرکاری اساتذہ کو بعداز ڈیوٹی ٹیوشن وغیرہ پڑھنے سے کیوں منع کیا؟

☆ اگر آپ کاروبار نہیں کرتے تو آپ نے ضلعی حکومت کے ساتھ MOU سائین کیا تھا کہ آپ نابینا بچوں کو فروی بریل کتب مہیا کریں گے تو آپ نے اس کی خلاف ورزی کیو کی جبکہ آپ Donations بھی لیتے ہیں؟

☆ اگر آپ اپنے کاروبار سے محکمہ کو متعلہ نہیں کرتے تو آپ اپنی آمدن سے زائد اثاثہ جات اور اپنی کرپشن کو چھاپتے ہیں جو کہ خصوصاً کسی بھی سرکاری ملزم کے لئے ایسا کرنا اور اپنے سرکاری وسائل سے بڑھ کر طرزے زندگی اختیار کرنا غیر قانونی ہے بدیں وجہ ادارہ برائے نابینا کے سرکاری معلم جناب راہیل عباس صاحب کے یوٹیوب چینل کے حوالے سے بھی اعتراضات سامنے آئے تھے اور آپ سب کاروباری لوگ خواہ راہیل صاحب ہوں، سردار آیاز صاحب ہوں یہ آپ پروفیسر شمس الرحمان صاحب جھوٹ بولتے ہیں کہ آپ کچھ نہیں کماتے اور یہ کہ آپ یہ ادارے غیر سیاسی ہیں۔ جناب آیاز صاحب۔ اور پرفیسر شمس صاحب، کیا آپ حلفاً اس بات کو جھٹلا سکتے ہیں کہ آپ کے پاس تحریک انصاف کے سیاسی عہدے بھی رہے ہیں؟ شاہد اس وجہ سے بھی آپ کے ساتھ رعایت برتی جارہی ہے۔

☆ جناب پروفیسر شمس الرحمان صاحب اور پروفیسر ثاقب محبوب صاحب Disabiled Qota کی بناء پر نہیں بلکہ میرٹ پر بھرتی ہوئے تھے اور پروفیسر محمود صاحب نے تو اپنی نظر کا باقاعدہ میڈیکل سٹوفکیٹ برائے ملازمت جمع کروایا تھا کہ وہ اتنی نظر/ بنائی ضرور رکھتے ہیں کہ بورڈ استعمال کرسکیں اور اپنے ریاضی کے استاد خالد محمود صاحب سے بھی گواہی دلوائی تھی مگر ان کی سیٹیزن پورٹل شکایات کے جوابات جو ان کی طرف سے تحریری طور پر دے گئے تھے ان کی خراب لکھائی کا منہ بولتا ثبوت تھے اور پروفیسر شمس الرحمان صاحب تو تقریباً مکمل نابینا ہونے کے باعث بورڈ بلکل بھی استعمال نہیں کرسکتے تو کیسا میرٹ؟ Disablied Quota کیوں نہیں؟ ان سوالات کا جواب بھی نہیں دیا جارہا۔

☆ ایک استاد کو جس قسم کے رجسٹرز تیار کرنے ہوتے ہیں مثلاً Lesson Planing رجسٹرز (اسباق کی منصوبہ بندی کے رجسٹرز) تو کیا یہ لوگ ایسا کرتے یا کرسکتے ہیں؟

☆ انشاء اللہ میں کسی وقت ایسے لوگ سامنے لاؤں گا جو کہتے ہیں کہ انہیں مذکورہ پروفیسر صاحب کی کچھ سمجھ نہیں آتی اور وہ ان کے طریقہ درریف سے مطمئن نہیں لہذا ان کی تسلی بخش ڈیوٹی کا جھوٹا پروپیگینڈ کیا جارہا ہے۔

☆ کیا مذکورہ پروفیسر صاحب سمیت نابینا اداروں کے جملہ افراد ریاضی کے مضمون کے متعلق میرے حقائق کو جھٹلا سکتے ہیں؟ کیا یہ بات درست نہیں کہ اس وقت پورے ایبٹ آباد/ ہزارڈویژن/ خیبر پختونخواہ کی سطح پر صرف پروفیسر ثاقب محمود صاحب واحد نابینا ریاضی دان ہیں جس کی بڑی وجہ ماضی میں اُن کی تیز بینائی اور جنرل ایجوکیشن سے تعلیم حاصل کرنا تھا اور پورے ملک کی سطح پر پرویز عادل صاحب واحد نابینا ریاضی دان ہے ورنہ نابینا تعلیمی اداروں کا یہ نظریہ ہے کہ نابینا افراد ریاضی پڑھنے کے قابل نہیں اور انہیں دونمبریوں سے ریاضی پاس کروائی جاتی ہے؟

☆ تمام نابینا تنظیمات کے لوگ اپنے ملازمتوں اور تنظیمات میں آنے سے قبل اور بعد کے ذرائع آمد بتائیں۔ یہ بتایا جائے کہ Right to Live Orginization نے میرے Right to Live کے لئے کیا کیا؟ امپاور پاک تنظیم میری امپاورمنٹ کے لئے کیا کیا تنظیم PAB نے میرے لئے کیا کیا؟

☆ یہ لوگ ہمیشہ سے میرے خلاف کوئی نہ کوئی مسئلہ بنائے رکھتے ہیں مثلاً آج کل یہ لوگ میرے خلاف مذکورہ بالا زہر والے مسئلہ کو اُچھال رہے ہیں۔ اس سے پہلے یہ لوگ میری سخت زبان کے مسئلہ کو اچھال رہے تھے۔ اس سے پہلے یہ لوگ میرے پاگل پن کا ڈرامہ رچا رہے تھے الغرض ہمیشہ سے ہی ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ مجھے شکائتیں کرنے کا عادی اور غیر سنجیدہ ظاہر کر کے یہ ثابت کیا جائے کہ میری بات سنے جانے کے قابل ہی نہیں ہے یہ لوگ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے خلاف ایسے سنگین مواد میں اضافہ کرتے رہتے ہیں اور مذکورہ زہر کا مقدمہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی جس کی آڑ میں یہ لوگ اپنے جرائم کو چھپا رہے ہیں حالانکہ ہر کوئی اپنے اپنے اعمال کا جواب دہ ہے۔ میں اپنے اعمال کا جواب دہ ہوں اور یہ اپنے اعمال کے جواب دہ ہیں اگر یہ میرے خلاف شکایت کا حق محفوظ رکھتے ہیں تو میں ان کے خلاف شکایت کا حق محفوظ رکھتا ہوں جس کا جواب دینے کے یہ پابند ہیں۔

☆ یہ بتایا جائے کہ مپاور پاک جیسی نجی تنظیم کو کیوں کر جلال بابا آڈیٹوریم جیسی سرکاری عمارت دی گی؟ کس قانون کے تحت انھوں نے سرکاری عمارت پر قبضہ کر رکھا ہے؟

☆ مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ پروفیسر شمس وغیرہ نے NGO بنا کر کس قانون کی خلاف ورزی کی کو جس قانون کی خلافی سردار آیاز اور میں نے کی۔

☆ الغرض پولیس ہو یا محکمہ ضلعی انتظامیہ یا ہمارا محکمہ کوئی بھی میری بات سننے کو تیار نہیں اور میرے محکمہ نے خود اعتراف کیا کہ پولیس اور ضلع انتظامیہ ان کے ساتھ ہیں۔

☆ یہ لوگ من سائل پر ABUSIVE Language کا بھی چارج لگاتے آئے ہیں اور اگر انھوں نے عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کے نتیجہ میں مجھے دوبارہ چارج شیٹ کیا تھا تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہی پرانی چارشیٹ دوبارہ بناتے جس میں ABUSIVE Language، سینئرز کی عزت نہ کرنے اور بے بنیاد کہانیاں لکھنے کے چارجز بھی شامل تھے۔ مگر اس مرتبہ ان کی یہ جرت نہ ہوئی کیونکہ انہیں اس بات کا جواب دینا پڑھتا کہ آپ قائداعظم کو گالیاں دینے اور اُن کی عزت نہ کرنے پر تو کوئی نوٹس نہیں لیتے مگر اپنے بدعنوان لوگوں کی توہین آپ کو بری لگتی ہے؟ اگر چہ اُنھوں نے ادھر اُدھر سے مجھے ABUSIVE Language کا ذمہ دار ٹھہرانے کی کوشش تو کی مگر باقاعدہ چارج شیٹ وغیرہ اس مرتبہ اس کا ذکر نہ کیا اور ایک ہی چارج کے دو تین حصے بنا کر پوچھا کہ

1۔ کیا تم پانی میں زہر نہیں ملایا؟

2۔ کیا تم پولیس کے ہاں زیرے حراست نہیں رہے؟

3۔ کیا تم جیل نہیں گئے؟

☆ جناب والا! اگر یہ لوگ مذکورہ ٹیلی فونک ریکارڈ حاصل نہیں کرتے تو کیا آپ ڈائریکٹ FIA وغیرہ کو اپروچ نہیں کر سکتے؟

☆ جناب والا! جب سجاد پر زہر ملانے کا الزام لگے تو وہ تو قابل دست اندازی ہوتا ہے اور جب سجاد وہی الزام اُلٹا ان پر ثابت کردے تو وہ قابل دست اندازی نہیں رہتا؟؟

☆ جب یہ لوگ سجاد کے خلاف FIR کو سچا ثابت نہ کرسکے تو اور کے لئے دفعہ 182PPC قابل دست اندازی جرم ہوتا ہے مگر سجاد کے حوالے سے نہیں؟

☆ کیوں ڈی آئی جی نے میرے PCP کمپلینٹس نا قابل دست اندازی قرار دے کر بند کی اور کیوں اے ڈی آئی جی میری عدالتی بریت کو بھی ماننے سے انکار کیا اور کیوں یہ کہا کہ جب تمہیں ایک فورم پر مسترد کردیا جائے تو تمہیں دوسرے شہریوں کی طرح اوپر کے فورمز پر رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ تم یہ سمجھو کہ تمہاری بات میں کوئی وزن نہیں؟ جب سائل نے پوچھا کہ پھر لوگ سپریم کورٹ کیوں جاتے ہیں؟ تو اُس نے کہا کہ وہ تو وکیل ویسے ہی لے جاتے ہیں۔

☆ اگر یہ لوگ عدالتوں سے بری ہوں تو میرٹ اور اگر من سائل بری ہوں تو خلاف میرٹ؟ ان کا میڈیکل سرٹیفکیٹ درست اور من سائل کا سرٹیفکیٹ ویسا ہی بن جاتا ہے یہ امتیازی اور سوتیلی ماؤں والا سلوک کیوں؟

☆ اگر قانونی کاروائی ہوئی ہوتی تو یہ لوگ ابھی تک گرفتار ہو چکے ہوتے اور ان کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد ضبط کرنے عمل شروع چکا ہوتا جس کی بجائے ان میں سے پھر کئی لوگ باعزت ریٹائر ہونے کے قریب ہیں۔

☆ **یہ کہ من سائل اب شادی شدہ ہوں لہذا بحال ملازمت کر کے رحم فرمایا جائے۔**

☆ ہم نے تو سنا تھا کہ اگر کسی سرکاری ملازم کی تین جواب طلبیاں یا اُسے تین اظہار وجوہ نوٹسز ہو جائیں تو اُسے ملازمت سے فارغ کرنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور آپ انہیں اتنے نوٹسز دے چکے ہیں اور یہ ایک کا بھی جواب نہیں دے پائے؟؟!!!!

لہذا مہربانی فرما کر من سائل کی درخواست کو منظور ومقبول فرما کر شاکر وممنون ودعا گو فرمایا جا کر یہ بتایا جائے کہ میری درخواستوں / شکایت میں کماحقہ کیا قانونی کاروائی ہوئی؟

جناب کی عین نوازش ہوگی۔

المرقوم: 01-11-2021

العــــــــــــــارض

محمد سجاد ولد محمد ریاض

سکنہ محلہ اعوان آباد، جھنگی سیداں، تحصیل وضلع ایبٹ آباد۔

موبائل نمبر: 0313-5925351

بعدالت جناب سروس ٹربیونل خیبر پختونخواہ پشاور

کیمپ کورٹ ایبٹ آباد۔ نمبر 106/20

عنوان:۔ **درخواست برائے تحریری دلائل و حکم امتناعی**

جناب عالی!

مئودبانہ گزارش ہے کہ من سائل/اپیلانٹ مسمی محمد سجاد ولد محمد ریاض سکنہ محلّہ اعوان آباد جھنگی سیداں ایبٹ آباد نے عدالت معزز ہذا میں اپیل نمبر 219/17 دائر کر رکھی تھی۔ جس کے اختتام پر عدالت آنخضور نے محکمہ سماجی بہبود/حکومت خیبر پختونخواہ کو تمام تر ظلم و زیادتیوں، ناانصافیاں اور بددیانتیوں وغیرہ کا ازالہ کرتے ہوئے ازادانہ، منصفانہ، حقیقت پسندانا، غیر جانبدانا، دیانتدانا اور شفاف انکوائری کا حکم دیا تھا جس پر پہلے تو سرے سے کوئی عمل درآمد ہی نہ ہوا اور نہ ہی De-novo انکوائری کے لئے مجھے سروس پر بحال کیا گیا جو کہ قانونی معیاد 90 دن سے اوپر ہوگئی یعنی بعدازاں میری بحالی و نام نہاد De-novo انکوائری بیرون معیاد بھی تھی۔

☆ یہ کہ من سائل نے ایک درخواست برائے عمل درآمد معزز عدالتی فیصلہ مدعاعلیہ نمبر 4 یعنی سپرنٹینڈنٹ گورنمنٹ Institute For the Blind Abbottabad کو دی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے مجھے ملازمت پر بحال کیا جائے اور ڈیوٹی پر آنے کی اجازت دی جائے جو کہ موصوف نے یہ عذر و اعتراض کیا کہ وہ فوری طور پر ایسا نہیں کر سکتے بلکہ وہ میری درخواست مدعاعلیہ نمبر 02 یعنی ڈائریکٹر صاحب محکمہ خصوصی تعلیم/سماجی بہبود خیبر پختونخواہ پشاور کو بذریعہ مدعاعلیہ نمبر 3 یعنی DO سوشل ویلفیئر ایبٹ آباد فارورڈ/ارسال کر دیں گئے اور مجھے حاضری کی اجازت نہیں مل سکتی تاوقت کہ ڈائریکٹریٹ سے میری بحالی کا نوٹیفکیشن نہ آجائے اور نوٹیفکیشن نہ آنے کی صورت میں وہ معذور ہوں گے۔

نیز درخواست برائے راست وصول کر کے میرے پاس نقل/ریکارڈ پر وصولی کا دستخط وغیرہ بطور ثبوت دینے سے صاف صاف انکار کر دیا اور اگلے روز آنے کو کہا کہ میں وہ درخواست کلرک عبدالسلام صاحب کو وصول کروا کر فوٹو کاپی پر اپنے ریکارڈ کے لئے بطور ثبوت اُن سے لکھوا اور دستخط کروالوں۔

☆ یہ کہ من سائل نے اُسی دن یعنی فیصلہ موصول ہونے سے کچھ روز بعد جس روز آنجناب نے درخواست وصول کرنے سے انکار کیا بذریعہ رجسٹری ڈاک اُسی روز ادارہ کے پتہ پر ارسال کر کے اُس کی نقل اپنے پاس رکھی اور ڈاک رسید اُس کے ساتھ بطور ثبوت لف کر دی جو کہ درخواست ہذا سے منسلک دستاویزات میں بطور ثبوت از جانب من سائل پیش عدالت ہے۔

☆ یہ کہ من سائل نے مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر اپنے وکیل سے کیا تو اُنھوں نے من سائل کو حکم دیا کہ دیگر مدعا علیہان کو بھی الگ الگ درخواستیں بھیج کر اُن کا بھی ریکارڈ مذکورہ بالا طریقہ پر اپنے پاس رکھوں مگر مذکورہ تینوں مدعا علیہان یعنی مدعا علیہ نمبر 3 (DO سوشل ویلفیئر ایبٹ آباد)، مدعا علیہ نمبر 2 ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر اور مدعا علیہ نمبر 1 (سیکرٹری زکوٰۃ، عشر، سماجی بہبود، خصوصی تعلیم، وترقی خواتین) کو جو درخواستیں لکھی تھی اُن کی نقول اب من سائل کے پاس موجود نہ ہے بلکہ صرف اُن کی رجسٹری ڈاک کی رسیدات من سائل کے پاس موجود ہیں جس کی وجہ یہ تھی کے اگلے روز جب مذکورہ بالا تینوں مدعا علیہان کو درخواستیں ارسال کرنا تھی تو من سائل باوجود نہ جا سکا اور والد م کے سپر یہ کام کر دیا جنھوں نے حسب روایت اپنی سادہ لوہی سے کام لیتے ہوئے اور من سائل کی باتوں کو بار بار نظر انداز کرنے کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے درخواستوں کی نقول اپنے پاس محفوظ نہ رکھی اور ڈاکخانے والے جو رسیدات بناتے ہیں وہ اکثر پڑھنے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔

☆ یہ کہ من سائل کو کچھ روز بعد ڈپٹی سیکرٹری محکمہ ہذا جن کا نام عطاء منیب صاحب بتایا جاتا ہے کہ PA کی جانب سے ایک ٹیلی فون کال موصول ہوئی جو کہ من سائل کے پاس اُن دنوں تنگی روزگار کے سبب موبائل نہ ہونے کی وجہ سے من سائل کے والد کے سیل نمبر 0313-5944753 پر دفتر مذکورہ کی جانب سے کال موصول ہوئی جو کہ فوری طور پر والد م میرے پاس موجود نے تھے اور بعد ازاں اُن کے بتانے پر کہ مذکورہ PA صاحب نے بتایا کہ من سائل کا نمبر بار بار ٹرائے کرنے کے باوجود رابطہ ہونے پر آپ سے رابطہ کیا گیا۔ من سائل نے جب کال بیک کی تو PA صاحب نے بتایا کہ ڈپٹی سیکرٹری صاحب نے آپ کو اُس درخواست کے سلسلہ میں طلب فرمایا ہے جو آپ نے اپنی بحالی کے سلسلہ میں دی تھی۔ آپ کی پھر دوبارہ انکوائری ہوگی۔ **(بادل نخاستہ بحالی ہوگی)** من سائل نے اس بات سے جزوی طور پر اتفاق کیا کیونکہ اصل مدعی تو ان لوگوں کے خلاف من سائل تھا اور من سائل کے خلاف جو چارجز لگائے گے یا جو بھی محکمانہ کاروایاں ہوئی وہ میری درخواستوں ہی کا نتیجہ اور سیاسی، انتقامی وامتیازی کاروایاں تھی اور میرے خلاف خصوصاً پانی میں زیر ملانے کے مقدمہ سے قبل اور ماہ بعد میری کسی بھی درخواست خواہ وہ کسی بھی فورم پر دی گئی ہو کہ جواب میں محکمہ کے افسران اپنی جھوٹی انکواریاں پیش کر دیتے جن میں من سائل آدھی شکاتی قرار دیا جاتا اور یہ کہا جاتا

تھا کہ من سائل محکمہ کی جملہ ظلموں زیادتیوں، ناانصافیوں، بدینتیوں، بداعنوانیوں، لاقانونیتوں، بدانتظامیوں، کے خلاف کوئی ثبوت نہ پیش کرسکا اور یہاں کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں بلکہ سائل خود سب سے بڑا مسئلہ ہے ظاہر ہے کہ عدالت حضور نے اُن تمام جھوٹی انکواریوں کو سائل کا مئوقف وثبوت ملاحظہ فرمانے کے بعد مسترد کرتے ہوئے De-novo انکوائری کا حکم دیا تھا۔ جس کے بارے میں بار بار سائل انھیں سمجھتا رہا جس کے دستاویزی ثبوت پیش عدالت ہیں۔

☆ یہ جب من سائل نے فوری طور پر ڈپٹی سیکرٹری صاحب کے حضور پیش ہونے سے معزرت کی تو PA صاحب اُن کی جانب سے دوبارہ یہ پیغام دیا کہ وہ جب چاہیے آجائے کیونکہ یہ لوگ تو معاملہ کو التوا کا شکار رکھنا چاہتے جبکہ عدالتی فیصلہ پرعمل درآمد کی مدت حسب ضابطہ 90 یوم تھی۔

☆ یہ کہ من سائل والدین کی ہدایت پر اگلے روز ہی پیش ہوگیا کیونکہ والدین کے مطابق بھی شاید ڈپٹی سیکرٹری صاحب مجھے اپنے روبرو طلب فرما کر چیک کرنا چاہتے ہوں کہ میں کیسا ہوں؟

☆ یہ کہ بڑی مشکل سے جب میں متعلقہ ڈپٹی سیکرٹری کے دفتر/پورشن میں پہنچا تو مجھے ذلیل کرنے کے خوامخواہ تادیر انتظار کروایا گیا اور جناب DS صاحب اپنے ایک ساتھی کے ساتھ خوش گپیوں اور کاکھوں میں مصروف تھے۔

☆ یہ کہ جب من سائل کو اذن باریابی ملا تو وہ جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے اور مجھ سے اظہار لاتعلقی کرتے ہوئے پوچھنے لگے کے آپ کون ہیں؟ آپ کا یہاں کیا کام ہے؟ جس من سائل بتایا کہ گزشتہ کل آپ کے PA صاحب کی جانب سے مجھے آپ کی طرف طلبی کا بذریعہ ٹیلی فون کال حکم موصول ہوتا جس پر اُنھوں نے پوچھا کہ کیا آپ وہی کورٹ کیس والے ہیں؟ تو میں نے کہا جی ہاں۔

اس پر اُنھوں نے مجھ سے سخت اور دھمکیاں میز لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ مذکورہ بالا پرعمل درآمد سے صاف صاف انکار کردیا اور کہا کہ آپ COC میں جائیں گے جس کا ہم جواب لکھیں گے تو دو تین سال اسی میں صرف ہوجائیں گے میں نے پوچھا کہ COC کیا ہوتا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ "Contempt of Court" من سائل نے بہت منت سماجت بھی کی اور پوچھا کے آخر آپ کی من سائل سے کیا دشمنی ہے؟ اُن سے بار بار رحم کی اپیل کی جو اُنھوں نے مسترد کردی مگر من سائل کو یہ بھروسہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی خوب دراز کرتا ہے اور جب کھنچتا ہے تو وہ موقع ظالم کے لئے بہت برا ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ضرور سزاء دے گا۔

اگر چہ آپ نے De-novo انکوائری کا حکم تو دے دیا تھا مگر افسوس ناک طور پر مسلمہ حقائق اور ان لوگوں کے واضح

طور پر سامنے آنے والے جرائم کے باوجود بھی انہیں سزا نہ دی جو کہ نا صرف من سائل بلک ریاست پاکستان / پبلک انٹرسٹ کے لئے بھی شدید نقصان دے ثابت ہوا اور آئندہ انہیں نہ سزاء دینے پر بھی ایسا ہی ہوگا برحال مجھے انہیں توہین عدالت کے ضمن میں سزاء کی اُمید پر اطمینان ہے اور یہ بات انتہائی افسوس ناک اور شرمناک ہے کہ یہ لوگ من سائل کو تانے دیتے ہیں کہ تمہاری اتنی زیادہ محنت و کوشش اور دوڑ دھوپ و درخواستوں وغیرہ سے ہم میں سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ الٹا تمہارا ہی نقصان اور تمہاری کی تکلیف میں اضافہ ہوا ہے لہذا یہ پیغام ریاست پاکستان کے لئے اچھا نہیں ہے۔

جناب والا! اس معزز بنچ کے جن جج صاحب نے من سائل کو دوران اپیل سماعت میں پوچھا تھا کہ "اس مرتبہ تو آپ نے گولیاں ملا دی۔ اگلی مرتبہ اگر آپ نے گولیاں ملائی تو پھر کیا ہوا گا؟ کون اس کا ذمہ دار ہوگا"؟
میں یہ کہتا ہوں کہ اُن جج صاحب سمیت وہ تمام لوگ انشاءاللہ ذمہ دار ہوں گے جو مجھے شدید تنگ و پریشان اور مایوسی کا شکار کرتے ہیں اگر میں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا جس طرح بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے جب یوم راست کے اقدام منانے کا فیصلہ کیا تھا تو واضح طور یہ فیصلہ کیا کہ اگر اب میری قوم مجبور و مظلوم اور مایوس لوگ خواہ کچھ بھی کریں تو میں انہیں ہرگز نہیں روکونگا کہ ان کے لئے تمام قانونی راستہ بند ہو چکے ہیں۔

☆ برحال جب سائل کی بحالی کا آڈر نہ ملا تو سائل نے مایوس ہو کر سیٹیزن پورٹل پر شکایت درج کی جو کہ لف ہے جس کے نتیجہ میں محکمہ نے یہ موقف اپنایا کہ عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کیا جائے گا مگر Covid 19 کی وجہ سے سٹاف کم ہے حالانکہ میرے ملزمان و مجرمان بلکہ اس قوم ملزمان و مجرمان کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ باعزت ریٹائر کرنے والا سٹاف پورا تھا۔

☆ یہ کہ من سائل نے مایوس ہو کر انکوائری کا انتظار کیئے بغیر مسلمہ حقائق کی بناء پر PCP پر شکایات درج کرنا شروع کر دیں جیسا کہ آپ نے اسسٹنٹ ڈائریکٹر رؤف خٹک کے خلاف اپنے فیصلہ پر تحریر فرمایا تھا کہ مگر افسوس ناک طور پر اور بدقسمتی نہ آپ نے ایسے لوگوں کو سزاء دی اور نہ ہی اُنھوں نے مگر جب میں اپنے ایک وکیل رضوان علی صاحب سے اس بابت شکوا کرتا تو وہ یہی کہتے کہ عدالت نے ایسی ہی باتوں کی وجہ سے De-Novo انکوائر کا حکم دیا مگر بدقسمتی سے دیگر وکلاء صاحبان یہ کہتے کہ عدالت نہ صرف تمہارے خلاف انکوائری کا حکم دیا ہے اور عدالتی فیصلہ تمہارے خلاف ہے تم اپنی بحالی کو اپنے لئے ایک نعمت اور غنیمت نہ جانو بلکہ یہ تمہیں پھانسنے کی ایک کوشش اگر تمہیں جبراً ریٹائرڈ ہی کر دیا جاتا اور تمہاری بحالی نہ ہوتی تو تمہارے خلاف انکوائری و محکمہ کاروائی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ جناب

والا میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ محبّ وطن کے ساتھ تو یہ سلوک !! اور بدعنوان اور ملک دشمن لوگوں کی باعزات ریٹائرمنٹ؟؟!! کیا میرے جرائم ان سے بڑے ہیں۔

جناب والا! سڑکوں پر پولیس اس لئے تعینات ہوتی ہے کہ کسی جرم یا وقوعہ کی صورت میں وہ بغیر کسی شہری کی شکایات کے از خود مشاہدہ میں آنے والے جرم پر کاروائی کریں مگر پاکستان کے ریاستی ادارے آخر ہاتھ دھو کر میرے پیچھے ہی کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ کیا من سائل کوئی بھارتی یا اسرائیلی ایجنٹ وغیرہ ہوں؟ کیا پانی میں زہر ملانا سب سے بڑا جرم ہے؟ کیا اگر ان پر یہ جرم ثابت ہو جائے تو انہیں مافی ہے؟ آخر یہ درخواست ہذا سے لف میرے دستاویزات میں اُٹھائے گئے سوالات واعتراضات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟

1۔میری گرفتاری کے بعد پانی میں گولیاں کس نے ملائیں۔

2۔ وہ کون سی گولیاں ہیں جو پانی میں حل پزیر نہیں اور میری گرفتاری کے کئی گھنٹوں بعد تفتیشی آکر کولر سے سہی ثابت چھ ٹکٹے گولیاں نکلتا ہے؟

3۔ایک پیکٹ میں کتنی گولیاں ہوتی ہیں جو ہر گواہ چھ چھ ٹکٹے سہی سالم ثابت گولیوں کے نکالتا ہے اور گولیاں نہ تو ختم ہوتی ہیں اور نہ ہی پانی میں حل ہوتی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

☆ جناب والا من سائل کو نہایت دکھ اور افسوس کے خصوصاً نابینا بچوں کی فلاح و بہبود کا جو ریکارڈ بلخصوص میں نے بصورت DVDS عدالتوں میں بشمول معزز عدالت ہذا پیش کیا تھا اُس کا ذکر بشمول میرے وکلاء اور آپ کے کوئی بھی کرنے کو تیار نہیں۔

☆ بل آخر مورخہ 13-07-2020 کو مایوس ہو کر من سائل نے دوبارہ ٹربیونل معزز ہذا سے رجوع کر کے درخواست عنوان بالا دی جس کی آج تاریخ سماعت مقرر شدہ ہے۔

☆ یہ کہ جیسا کہ من سائل کی تحریر کا موضوع وکلاء مافیا بھی رہا ہے۔ چونچے وکیل رضوان علی ہمیشہ مجھے نصیت تھیں کرتے/ڈیکٹیشن دیتے ہوئے محکمہ کے کرپٹ لوگوں کو بچانے کی روایت پر عمل کرتے ہوئے من سائل سے اس بار بھی اختلاف کرنے لگے کہ وہ توہین عدالت کی نہیں بلکہ عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کی درخواست دیں گے۔ جبکہ من سائل نے بل آخر اُن سے یہ درخواست کی کہ آپ توہین عدالت + عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد یہ توہین عدالت/عدالتی فیصلہ پر عمل درآمد کی درخواست دیں مگر اُسی روز جب اُنھوں نے عمل درخواست دی تو شاید میرے مخالفین کو بھی اس

سے آگاہ کر دیا کہ جناب صدیق صاحب ایڈووکیٹ جو کہ بظاہر تو ریاست کے وکیل ہے مگر اس مافیاء کے ایک سرگرم حامی اور رضوان جیسے وکلاء کے اُستاد یہ گہرے دوست ہے شاید رضوان صاحب کے آگاہ کرنے پر اُسی روز یعنی جب مورخہ 13-07-2020 کو درخواست عنوان بالا ارسال کی گئی اُسی روز من سائل کی بحالی اور ساتھ ہی نام نہاد De-Novo انکوائری کا حکم، چارج شیٹ، ڈسپلن ری ایکشن وغیرہ من سائل کو ارسال کر دیے گئے جو کہ من سائل کو غالباً 19-07-2021 موصول ہوئے اور نام نہاد انکوائری کا کچھ احوال بھی من سائل کی جانب سے پیش کردہ دستاویزات میں موجود ہے۔ نیز یکطرفہ انکوائری کا حکم صرف من سائل کے خلاف ہی آیا مگر جب محدود موقع ملنے پر من سائل نے الٹا یہ الزامات مخالفین پر ثابت کر دیے تو معاملہ کو وہیں دوبا دیا گیا اور من سائل کے انکوائری وغیرہ سے متعلق اعتراضات کو ایک بار پھر نظر انداز کرتے ہوئے سابقہ غلطیاں دوہرا کر اظہار وجو نوٹسز ایک بار ہی سب تمادیے جو Show Cause نوٹیسز اور اُن کا جواب بھی درخواست ہذا سے لف ہے۔

☆ یہ کہ بدنیت اور متعصب افسران نے میچ فیکس کرنے کی روایت پر عمل درآمد جاری رکھتے ہوئے من سائل کی برطرفی کے عمل کو آگے بڑھانے کے شکسی ساعت کے لئے من سائل کو پہلے بار بار زبانی طور پر کہا مگر جب سپرٹینڈنٹ مس شمشاد صاحب اور DO SW ایبٹ آباد جناب عبدالرشید صاحب وغیرہ نے میرا یہ اعتراض سنا کہ میں جب بھی ڈائریکٹر صاحب کے حضور پیش ہونا یہ اُن سے ملنا چاہتا ہو تو مجھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانا کر کے اُن کا عملہ ٹال دیتا ہے اور مجھے جب کوئی لیٹر اس حوالے سے موصول ہی نہیں ہوا جس میں تاریخ ساعت اور وقت کا تعین کیا گیا ہو تو میں کیوں کر وہاں جاؤں؟ جو کہ اس مافیا نے میرا یہ اعتراض ڈائریکٹر میں پہنچایا جس پر مورخہ 05-07-2021 کی تاریخ اور دن 11:00 بجے کا وقت مقرر کرتے ہوئے پیشی کے لئے اپنے کسی ذمہ دار بینا ساتھی کو ہمراہ لانے کا کہا گیا جس پر سائل نے پہلے تو اس ساعت اور اس سے پہلے کے ہونے والے تمام افعال واعمال اور سابقہ متعصبانہ رویہ پر اعتراضات اُٹھائے مگر بعد ازاں جب سائل اپنے بینا بھائی محمد اعجاز ولد محمد ریاض کے ہمراہ ڈائریکٹر مقررہ تاریخ پر مقررہ وقت سے قبل ہی پہنچ گیا مگر شام تک بیٹھائے رکھنے کے باوجود ہمیں بحضور جناب ڈائریکٹر صاحب پیش کا شرف حاصل نہ ہوا اور ہم وہاں سے یوہی لوٹ آئے۔

☆ یہ کہ پہلے تو معاملہ دبا رہا اور جب تک سائل ان کی ظلم وزیادتیوں، ناانصافیوں، بددیانتیوں، لاقانونیتوں، اور بدیانتیوں وغیرہ بے نقاب نہ کرے تو معاملات دبے رہتے ہیں مگر جب سائل کی شکایات سے یہ لوگ تنگ آ گئے اور باز خفیہ شکایت من سائل سے منسوب کیا گیا تو انتقاماً من سائل کو مورخہ 08-09-2021 کو انہیں غلط بنیادوں یعنی عدالتی فیصلہ پر جھوٹے عمل درآمد کے سلسلہ میں چارج شیٹ، انکوائری اور Show Cause Notice وغیرہ

کے نتیجہ میں ملازمت سے ڈسمس کر دیا گیا اور یہ جھوٹا موقف بھی اپنایا گیا کہ من سائل نے ذاتی سماعت کی زمت بھی گوارہ نہ کی جس کا اسے پورا موقع دیا گیا۔

☆ یہ کہ من سائل کی ان گزارشات جناب گورنر صاحب خیبر پختونخواہ نے بھی بار بار نوٹس لیا لیکن محکمہ اُنھیں کو جواب نہ دے سکنے اور مطمئن نہ کر سکنے کے باوجود اپنی روش پر گامزن ہے۔

☆ یہ کہ اگر چہ من سائل نے حسب ضابطہ اپنے ڈسمسل کو اندروان معیاد چیلنج کرتے ہوئے محکمانہ اپیل کر رکھی ہے جس کی منظوری کا کوئی امکان نہیں اور معاملہ دوبارہ ٹریبونل ہذا میں ہی آئے گا۔ مگر جیسا کہ درخواست عنوان بالا کی تاریخ سماعت بھی اتنی دیر سے مقرر ہوئی اور اگر آئندہ سماعت مقدمہ کے فیصلہ کا انتظار کیا گیا تو اُس سے نہ صرف من سائل کی شدید دل شکنی، حوصلہ شکنی اور مجھے شدید مایوسی اور نقصان ہوگا بلکہ ریاست پاکستان کو بھی شدید نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا اور جیسا کہ یہ علمیہ ہے کہ جن لوگوں یہاں اس محکمہ ہونا ہی چاہیے تھا وہ باعزت ریٹائر ہوتے چلے جا رہے ہیں جس کی تلافی ممکن نہ رہے گی۔

☆ یہ کہ بدقسمتی سے اور افسوس ناک طور پر آپ نے گزشتہ اپیل ان پر بطور سزاء کوئی جرمانہ بھی عائد نہ کیا جس سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی اور من سائل جیسے لوگوں کی شدید حوصلہ شکنی ہوتی اور بر انحصار ملتا ہے۔

☆ یہ کہ ہمارے درمیان جو عدالتی فیصلہ کی تشریح کا اختلاف ہوا اُس کی بہترین تشریح اور اُس کا بہترین فیصلہ آپ خود فرما سکتے ہیں اور بوقت ضرور اپنا کوئی حکم واپس بھی لئے سکتے ہیں۔

لہذا مہربانی فرما کر من سائل کی درخواست منظور و مقبول فرمائی جا کر شاکر و ممنون و دعا گو فرماتے ہوئے ان کی جملہ سرگرمیوں پر حکم امتناعی جاری فرمایا جا کر میرے ان دلائل کو ریکارڈ کا حصہ بنایا جائے جو گزشتہ سماعت میں حصہ نہیں بن پائے تھے۔

جناب کی عین نوازش ہوگی۔

العارض

محمد ساجد ولد محمد ریاض

سکنہ محلہ اعوان آباد، جھنگی سیداں، تحصیل و ضلع ایبٹ آباد۔

نابینا کین ورکر گورنمنٹ Institute برائے نابینا ایبٹ آباد۔

موبائل نمبر: 0313-5925351